سیاہ حاشیہ

صائمہ اکرم چوہدری

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

صائمہ اکرم چوہدری

سیاہ حاشیہ

"ٹھہرو لڑکی، رک جاؤ، آگے مت جاؤ.... " ایک خوف زدہ سی آواز اس کی سماعتوں میں گونجی۔

وہ جو زندگی کے پُرفریب میدان میں اپنی بے لگام خواہشوں کی گٹھڑی اٹھائے اندھا دھند بھاگ رہی تھی۔ اس کی سماعتوں نے من وعن ان الفاظ کو سنا تھا، لیکن ایسا لگتا تھا جیسے اس نے کوئی بھی بات سن کر نہ سننے کی قسم کھا رکھی ہو۔

"دیکھو، وہ جو سیاہ حاشیہ ہے - اسے پار مت کرنا۔" پریشان آواز نے ایک دفعہ پھر اس کا تعاقب کیا۔

ایک لمحے کو وہ ساکت ہوئی۔ اس نے پلٹ کر دیکھا۔ اس کی خوب صورت ستواں ناک کے نتھنے تنفر کے گہرے احساس سے پھڑپھڑائے۔ اس نے لاپروائی سے سر جھٹکا اور ایک دفعہ پھر بھاگنا شروع کر دیا۔

ناولٹ

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

"رک جاؤ لڑکی... دنیا کی زندگی دھوکے کے سوا کچھ نہیں..." وہ حلق پھاڑ کر چیخا۔
"ہرگز نہیں..." وہ بولی نہیں تھی، لیکن اس کی آنکھوں میں یہ تحریر صاف پڑھی جارہی تھی۔
"میری بات مانو، واپس لوٹ آؤ..." التجائیہ آواز میں درد کا ایک جہاں آباد ہوا۔
اس فرمائش پر لڑکی کی تیوری پر موجود بلوں میں اضافہ ہوا اور اب اس نے اور زیادہ قوت سے بھاگنا شروع کردیا۔ سنگلاخ پتھریلی زمین اس کے خوب صورت پیروں کو زخمی کررہی تھی، لیکن ایسا لگتا تھا۔ جیسے وہ اب گونگی اور بہری بن چکی ہو۔
"وہ حاشیہ پار مت کرو، میں تم سے کہہ رہا ہوں، رک جاؤ..." اس نے چیخ کر غصے سے کہا۔ اس کا ساتھ دینے کو ناراض سورج نے اپنی شعاؤں کا ایک طوفان زمین پر بھیج دیا اور زمین تپتا ہوا تندور بن گئی۔
"بہت پچھتاؤ گی..." اس آواز میں دھمکی کا عنصر شامل ہوا۔ ایک استہزائیہ سی مسکراہٹ اس لڑکی کے چہرے پر نمودار ہوئی، ایسا لگتا تھا جیسے اس پر کسی التجا، کسی دھمکی اور کسی بھی بات کا کوئی اثر نہ ہورہا ہو۔
"بھاڑ میں جاؤ، دیکھنا جہنم کی آگ میں جلو گی..." وہ

لڑکی بھاگتے بھاگتے رکی، مسکرائی اور سیاہ حاشیہ عبور کر گئی۔
وہ سیاہ حاشیہ، جو اسے اندھا دھند بھاگتے ہوئے نظر نہیں آیا تھا۔ اندر داخل ہوتے ہی ایک لمحے کے ہزار ویں پل میں اسے احساس ہوا، وہ واقعی ایک جہنم میں داخل ہوچکی ہے۔ جس کا ٹکٹ اس نے خود اپنے لیے خریدا تھا، دوزخ کی آگ اب اس پر ہنس رہی تھی، کیوں کہ ان گنت گناہ گار لوگوں کی طرح اس کا وجود بھی جہنم کا ایندھن بننے جارہا تھا۔
"یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے ہدایت چھوڑ کر گمراہی خریدی، تو نہ ہی ان کی تجارت نے کچھ نفع دیا اور نہ وہ ہدایت یافتہ ہوئے۔ ان کی مثال ایسے شخص کی سی ہے جس نے شب تاریک میں آگ جلائی۔ جب آگ نے اس کے اردگرد کی چیزیں روشن کردیں تو خدا نے ان کی روشنی زائل کردی۔ ان کو اندھیروں میں چھوڑ دیا کہ وہ کچھ نہیں دیکھتے۔"

☆ ☆ ☆

"آں... چھی..." مونا نے ہاتھ منہ پر رکھ کر زوردار چھینک ماری۔ اس کی آنکھیں اردگرد پھیلی گرد کے ذرات کی وجہ سے سرخ ہورہی تھیں۔ وہ اس وقت آپا صالحہ کے اسٹور میں بنی پر چھتی پر مجبوراً بیٹھی فالتو سامان نیچے اتار رہی تھی، پاس ہی لکڑی کی سیڑھی رکھی ہوئی تھی جس کے ذریعے وہ اوپر چڑھی تھی اور اسی سیڑھی کے پاس انیس سالہ عدینہ کھڑی تھی۔
"مونا جلدی کرو ناں..." اسٹور میں کھڑی عدینہ نے گرد سے بچنے کے لیے اپنا دوپٹہ اچھی طرح منہ اور ناک کے گرد لپیٹا۔
"باجی! یہ لیں آخری بیگ..." مونا نے بازو گھما کر نیلے رنگ کا ایک چھوٹا سا بوسیدہ بیگ فرش پر پھینکا۔ مٹی کا ایک اور طوفان اس کے ہمراہ آیا تو عدینہ کو تمام تر حفاظتی اقدامات کے باوجود چھینکیں آنا شروع ہوگئیں۔ اسے تو ویسے بھی ڈسٹ الرجی تھی۔
"اللہ پوچھے تمہیں..." عدینہ نے اپنا ناک مسلتے

ہوئے سولہ سالہ مونا کو گھورا، جو اس کی فرمائش پر ہی اوپر چڑھی تھی۔
"ایک تو میں جان ہتھیلی پر رکھ کر بیٹھی ہوں، آپا صالحہ کو پتا چل گیا تو ٹانگیں توڑ دیں گی میری۔" وہ بمشکل سیڑھی پر مضبوطی سے قدم جماتے ہوئے اب نیچے اتر رہی تھی ساتھ ساتھ گفتگو کا سلسلہ بھی جاری تھا۔ "اوپر سے آپ بھی مجھے ہی باتیں سنا رہی ہیں۔" مونا کا مزاج برہم ہوا۔
"اچھا اچھا... زیادہ باتیں نہ کرو..." عدینہ کاٹھ کباڑ میں اپنی پرانی ڈائریاں ڈھونڈ رہی تھی، جو آپا صالحہ نے اس کے ہوسٹل جانے کے بعد اسٹور کی پر چھتی پر پھنکوادی تھیں۔ اب اسے اچانک ہی ان کی ضرورت

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

پڑ گئی تھی۔

"باجی! مل گئیں ڈائریاں.....؟" مونا نے بے تابی سے پوچھا تو اس نے مایوسی سے نفی میں سر ہلایا۔ دو بیگ، ایک بڑا کارٹن اور ایک پرانا اٹیچی وہ چیک کر چکی تھی۔ ابھی تک مطلوبہ چیز اس کے ہاتھ نہیں لگی تھی۔ کافی وقت گزر چکا تھا۔

"جاؤ بھاگ کر دیکھ کر آؤ، آپا کیا کر رہی ہیں۔" عدینہ کے لہجے میں چھپا خوف محسوس کرتے ہی مونا دبے قدموں اسٹور سے نکل گئی۔ عدینہ، آپا صالحہ کی اکلوتی بیٹی تھی، جبکہ مونا، عدینہ کے والد کے کزن کی بیٹی تھی۔ یہاں دینی تعلیم کے سلسلے میں آئی تھی۔

عدینہ نے بچپن ہی سے سب کی دیکھا دیکھی اپنی والدہ کو "آپا" کہنا شروع کر دیا تھا اور باوجود کوشش کے اس کے منہ سے ان کے لیے امی کا لفظ نہیں نکلتا تھا۔ آپا نے بھی اب اسے اس بات پر ٹوکنا چھوڑ دیا تھا۔

"یہ کیا...؟" نیلے بوسیدہ سے بیگ میں بہت سی چیزوں کے ساتھ چھپا ہوا ایک سنگ مرمر کا چوکور ٹکڑا اس کے ہاتھ لگا۔ وہ کسی قبر پر لگانے کے لیے ایک بالکل تیار کتبہ تھا۔ سفید رنگ کا یہ کتبہ خاصا بوسیدہ اور میلا ہو چکا تھا، لیکن اس پر لکھے سیاہ روشنائی والے حروف صاف پڑھے جا رہے تھے۔

"آخری آرام گاہ محترمہ صالحہ رفیق، زوجہ محمد رفیق احمد، تاریخ پیدائش 21 فروری 1970ء، تاریخ وفات 22 دسمبر 1992ء" کتبے پر لکھی تاریخ وفات پڑھتے ہی عدینہ کو دھچکا سا لگا وہ سخت بے یقینی سے اس ——— تختی کو دیکھ رہی تھی۔ دماغ میں ایک بھونچال سا برپا ہوا۔

صالحہ رفیق تو اس کی جیتی جاگتی والدہ کا نام تھا اور محمد رفیق اس کے مرحوم والد کا نام، اس میں تو کوئی شک ہی نہیں تھا۔ جب صالحہ بیگم زندہ تھیں تو پھر ——— اس تختی پر تحریر عبارت کس کے لیے تھی؟۔ اس کا ذہن بری طرح الجھ گیا۔

"یہ کتبہ کس نے اور کیوں بنوایا ہے؟" وہ سخت پریشان ہوئی۔

"باجی... باجی، آپا صالحہ ادھر آ رہی ہیں۔" مونا حواس باختہ سی اسٹور میں داخل ہوئی تو عدینہ نے بوکھلا کر ہاتھ میں پکڑا کتبہ بیگ میں پھینکا اور جلدی سے زپ لگا کر بیگ بند کیا۔ ایک لمحے میں اس کی توجہ دوسری جانب مبذول ہو گئی تھی۔ وہ اب بے مقصد چیزیں سمیٹنے لگی۔

"یہ کیا ہو رہا ہے؟" آپا صالحہ نے ناک چڑھا کر اندر کا منظر دیکھا اور مٹی سے بچنے کے لیے فوراً اپنا دوپٹہ ناک پر رکھ لیا۔

"آپا، میں اپنی پرانی ڈائریاں ڈھونڈ رہی تھی۔" عدینہ کے منہ سے بے اختیار پھسلا جسے سنتے ہی آپا کی تیوری چڑھ گئی۔

"وہ تو میں نے پچھلے سال ردی والے کو دے دی تھیں۔" آپا صالحہ کی بات پر اسے شاک لگا۔ سخت بے یقینی سے اس نے آپا کو دیکھا اور چپ رہی۔ دل دکھ کے گہرے احساس سے بھر گیا۔ آنکھوں میں آئے نمکین پانی کو چھپانے کے لیے اس نے نظریں جھکا لیں۔ وہ اب دل ہی دل میں ان سے خفا ہو چکی تھی۔

"ان میں تھا ہی کیا، فضول سی شاعری، کچھ بے تکے سے اشعار۔" ان کی اگلی بات نے عدینہ کے زخموں پر مزید نمک چھڑکا۔

اس نے ایک ناراض سی نگاہ ان پر ڈالی اور آہستگی سے اسٹور روم سے نکل گئی۔ جب کہ آپا صالحہ اب مونا پر برس رہی تھیں۔ جس نے یہ مخبری کی تھی، ورنہ عدینہ کو گھریلو معاملات سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ اس کا اوڑھنا بچھونا صرف اپنی نصاب کی کتابیں تھیں۔ میٹرک اس نے حسن ابدال کے اور ایف ایس سی پنڈی کے ایک کالج کے ہاسٹل میں رہ کر کیا تھا۔ ویسے بھی وہ کم گو اور اپنے آپ میں مگن رہنے والی لڑکی تھی۔ گھر کے معاملات میں نہ تو اس نے خود اور نہ ہی آپا نے کبھی اسے دلچسپی لینے پر مجبور کیا تھا۔ عدینہ نے کبھی بھی ان سے عام بچوں کی طرح لاڈ نہیں اٹھوائے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
RSPK.PAKSOCIETY.COM PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

تھے اور نہ آپا نے ایسی کوئی شعوری کوشش کی تھی۔ اسی لیے اب عدینہ باوجود کوشش کہ اپنی ماں سے کھل کر بات نہیں کر سکتی تھی۔

اپنے کمرے میں بیڈ پر لیٹتے ہی عدینہ کا دل بھر آیا۔ آنکھوں سے بے اختیار آنسو بہنے لگے۔ وہ ڈائریاں اس کی بچپن کی سہیلیاں اور غم گسار تھیں۔ جن کے صفحات پر اس نے اپنے بے شمار دکھ شاعری کی زبان میں لکھے تھے۔ وہ لفظ جن سے اسے بہت پیار تھا۔ وہ اس سے ہمیشہ کے لیے دور جا چکے تھے۔

"آپا ہمیشہ میرے ساتھ زیادتی کرتی ہیں۔" بے آواز روتے ہوئے وہ سوچ رہی تھی۔ اچانک اس کا ذہن ــــــ اس تختی کی طرف چلا گیا۔

"وہ کتبہ کس کا تھا؟" روتے روتے اس کی توجہ دوسری جانب مبذول ہوئی۔

"نام اور تاریخ پیدائش تو آپا صالحہ کی تھی، لیکن تاریخ وفات؟" اس کا ذہن بری طرح الجھ گیا۔ وہ فوراً اٹھی اور اپنے بیگ میں رکھی آپا صالحہ کے شناختی کارڈ کی کاپی اٹھا کر تاریخ پیدائش دیکھی تو وہی تھی۔

"آپا نے اپنی قبر پر لگانے کے لیے یہ کتبہ پہلے سے کیوں تیار کر رکھا ہے۔" اس کا ذہن اس پہیلی کو بوجھنے سے قاصر تھا۔

"لیکن تاریخ وفات۔۔۔؟" اس سوال کا جواب اس کے پاس نہیں تھا۔

"کس سے پوچھوں؟ عبداللہ سے۔۔۔؟" اس کی سوچ کی حدیں اپنے منگیتر کے نام پر آکر ختم ہو جاتی تھیں۔

"کتنے دن ہو گئے، عبداللہ نے آپا کو حساب کتاب دینے کے لیے گھر کا چکر نہیں لگایا۔" اس کی ذہنی رو بھٹک گئی۔

کچھ سال پہلے ہی اس کے دل نے عبداللہ کے نام پر جب دھڑکنا سیکھا تو زندگی اسے خود بخود خوب صورت لگنے لگی تھی۔ عبداللہ نے عربی میں ایم فل کر رکھا تھا۔ قرآن پاک حفظ کرنے کے علاوہ حدیث اور تفسیر کے کورسز بھی کر رکھے تھے۔ اس کی آواز بہت خوب صورت اور بے اختیار دل کو چھونے والی تھی۔ مسجد کے لاؤڈ اسپیکر سے پانچ وقت اس کی آواز میں ہونے والی اذان عدینہ بڑے عقیدت بھرے انداز سے سنتی تھی۔ مدرسے کی بچیاں بھی اکثر آتے جاتے اسے عبداللہ کے نام سے چھیڑتی تھیں۔ وہ اپنی بوڑھی والدہ کے ساتھ مدرسے کے بالکل سامنے بنے گھر میں رہتا تھا۔ دراز قد، صاف رنگت، بڑی بڑی کشادہ آنکھوں والا عبداللہ خاصی متاثر کن شخصیت کا حامل تھا۔ ان دونوں کا بچپن ایک ساتھ ہی گزرا تھا، لیکن بے تکلفی نہ ہونے کے برابر تھی۔ ویسے بھی وہ عمر میں عدینہ سے آٹھ سال بڑا تھا۔ ان دونوں کی منگنی دونوں گھرانوں کی مکمل رضامندی سے ہوئی تھی۔

"پتا نہیں عبداللہ کو مجھ سے محبت ہے کہ نہیں؟" وہ اب کتبے کو بھول کر اپنے منگیتر کی یادوں میں ایسی گم ہوئی کہ پتا ہی نہیں چلا، کب نیند کی وادیوں میں گم ہو گئی۔ آج تو عصر کی اذان کا بھی اسے پتا نہیں چلا۔ ورنہ عبداللہ کی آواز سنتے ہی اس کی آنکھ کھل جاتی تھی۔

پچھم سے ایک زوردار سرخ آندھی نمودار ہوئی۔ اس کے ساتھ ہی اجلی فضا میں گرد، ریت اور مٹی کا ایک طوفان امڈ آیا۔ گھر کے کھلے دروازے پوری قوت سے ایک دوسرے کے ساتھ ٹکرائے اور فضا میں گویا بھونچال برپا ہو گیا۔ عدینہ ہڑبڑا کر اٹھی، اور ننگے پاؤں بھاگتی ہوئی اپنے کمرے سے برآمدے کی طرف نکل آئی۔ ساری فضا گرد آلود تھی۔ مٹی کے جھکڑ فضا میں رقص کر رہے تھے۔

"استغفراللہ۔۔۔ استغفراللہ۔۔۔" بے بے صحن میں دھلے ہوئے کپڑوں کو پکڑنے کی کوشش میں ہلکان ہو رہی تھیں۔ صبح ہی تو آپا صالحہ کے مدرسے کی کچھ بچیوں نے واشنگ مشین لگا کر کپڑوں کا ایک ڈھیر دھویا تھا، جو اس اچانک آنے والی آندھی کی وجہ سے مشرق و مغرب میں اڑتا پھر رہا تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

"آپا نے بھی لگتا ہے سال بھر کے کپڑے آج ہی دھلوا لیے ہیں۔" عدینہ نے ناگواری سے سوچا۔

"توبہ... توبہ۔" بے بے کا استغفار جاری تھا۔ ساتھ ساتھ وہ کپڑے بھی سمیٹ رہی تھیں۔

"بے بے آپ جائیں اندر، میں اکٹھے کر لیتی ہوں۔" عدینہ کے منہ میں ریت کے چند ذرے اڑ کر چلے گئے تھے وہ ـــ واش بیسن کے سامنے کھڑی کلیاں کر رہی تھی۔

"لگتا ہے آج کسی کا ناحق خون ہوا ہے۔" عدینہ جیسے ہی کپڑوں کا بھاری بھرکم گٹھڑ اٹھائے کمرے میں داخل ہوئی، بے بے کی آواز اس کی سماعتوں سے ٹکرائی۔ اس نے بے زاری سے کپڑے بیڈ پر پھینکے اور خود بیٹھ کر لمبے لمبے سانس لینے لگی۔

"بے بے آپ کی تھیوری کو اگر درست مان بھی لیا جائے تو آج کل جس رفتار سے قتل و غارت ہو رہی ہے، بس صبح و شام آندھیاں ہی چلتی رہیں۔" عدینہ کا سانس بحال ہوا تو اس نے بے تکلفی سے لگے ہاتھوں تبصرہ بھی کر ڈالا۔

"تم نے عصر کی نماز پڑھی؟" آپا صالحہ کی آواز پر وہ اچھل کر کھڑی ہوئی۔ لوڈشیڈنگ کے کمالات کی وجہ سے وہ کمرے کے کونے میں تسبیح کرتی آپا صالحہ کو نہیں دیکھ پائی تھی، ورنہ اس طرح بے لاگ تبصرہ نہ کرتی۔ ویسے بھی یہ وقت تو ان کا گھر کی پچھلی طرف پر بنے مدرسے میں گزرتا تھا، آج خلاف توقع وہ یہاں موجود تھیں۔

"نہیں آپا۔ سو گئی تھی۔" عدینہ نے شرمندہ سی آواز میں ان کی بات کا جواب دیا۔

"غافل کرنے والی نیند سے پناہ مانگا کرو اللہ سے۔" آپا صالحہ کی آواز میں اس قدر برہمی تھی کہ عدینہ اندھیرے میں صرف سر ہلا کر رہ گئی۔ ویسے بھی آج تو وہ آپا سے خوب دل ہی دل میں ناراض تھی۔ اس لیے چپ رہی۔

"ہوسٹل کب جانا ہے تم نے؟" ان کا سپاٹ لہجہ ایک دفعہ پھر اس کی سماعتوں سے ٹکرایا۔

"کل۔" وہ آہستگی سے گویا ہوئی۔

"ٹھیک ہے، اگلے جمعے گھر کا چکر لگا لینا، کچھ بچیوں کے ختم قرآن کی تقریب ہے۔" انہوں نے سنجیدہ انداز سے یاد دلایا۔

"ٹھیک ہے آپا۔" ان کی کسی بات سے انکار کرنا تو عدینہ نے سیکھا ہی نہ تھا۔

"عدینہ پتر! ایک پیالی چائے کی تو بنا دے۔" بے بے کی فرمائش پر اس نے سکون کا سانس لیا اور فوراً اٹھ کر کچن کی طرف چلی آئی۔ اسی لمحے بجلی بھی آ گئی۔ مغرب کی اذان ہو رہی تھی۔ عدینہ کچن کے فرش پر بیٹھی، بہت خاموشی سے عبداللہ کی آواز کو اپنے دل میں اترتا ہوا محسوس کر رہی تھی۔

چائے دم پر رکھ کر اس نے مغرب کی نماز پڑھی۔ اسی لمحے چند بچیاں چاول لیے چلی آئیں۔ جو اس نے لے کر کچن میں رکھ دیے۔ اچانک اسے خیال آیا اور اس نے ایک ڈونگے میں گاجر کی کھیر نکالی اور اسے اچھی طرح ڈھک دیا۔

"منو، اپنے بھائی سے کہو، یہ کھیر مسجد میں دے آئے۔" عدینہ نے بارہ سالہ بچی کو آہستگی سے کہا۔

"باجی، عبداللہ بھائی کو کھیر بہت پسند ہے نا۔" اس بچی نے شوخی سے آنکھیں گھمائیں تو عدینہ بے اختیار شرمندہ ہو گئی۔

"ہاں... ہاں اب بھاگو یہاں سے۔" عدینہ جلدی سے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

وہ اکثر آپا سے نظریں بچا کر اسے کچھ نہ کچھ بھجواتی رہتی تھی، لیکن عبداللہ کی طرف مکمل سکوت رہتا۔ دونوں کے درمیان لفظوں کا کوئی تعلق نہیں تھا، لیکن اس کے باوجود وہ دونوں محبت کی مضبوط ڈور سے بندھے ہوئے تھے۔ عبداللہ کا ان کے گھر میں بے تکلفی سے آنا جانا تھا۔ گھر میں کوئی اور مرد نہ ہونے کی وجہ سے آپا اسے کسی نہ کسی کام کے لیے بلواتیں اور فرماں برداری اس پر ختم تھی۔ وہ سر جھکائے سیدھا آپا کے پاس آتا اور وہیں سے واپس چلا جاتا۔ آتے جاتے اکثر اس کا عدینہ سے سامنا ہوتا۔ چھوٹی چھوٹی ان

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

ملاقاتوں نے عدینہ کی زندگی میں بڑے خوب صورت رنگ بھر رکھے تھے۔ وہ دونوں بہت کم ایک دوسرے کو مخاطب کرتے' لیکن ایک سرسری سی نگاہ ہی دونوں کو کئی دن خوش رکھنے کے لیے کافی ہوتی۔

عبداللہ کی والدہ کو عدینہ سے خصوصی لگاؤ تھا۔ وہ جب بھی ہوسٹل سے گھر آتی تو اس کی والدہ اس سے ملنے ضرور آتیں' ان کو اپنی اس مستقبل کی ڈاکٹر بہو سے بہت پیار تھا۔ جس کا اظہار ان کے ہر انداز سے بے اختیار چھلکتا تھا۔

مولوی رفیق اپنی بیوی صالحہ' اکلوتی بیٹی اور والدہ کے ساتھ حسن ابدال کے ایک گاؤں میں بہت سالوں سے مقیم تھے۔ ان کا گھر خاصا بڑا تھا۔ سامنے والے حصے میں ان کی اپنی رہائش اور پچھلی طرف کا بڑا صحن اور کمرے مدرسے کے لیے استعمال ہوتے تھے۔ ساتھ ہی چھوٹی سی مسجد تھی۔

عدینہ کی پیدائش بھی اسی گاؤں میں ہوئی تھی۔ اس کی پیدائش سے پہلے آپا صالحہ کے پانچ بچے پیدائش کے فوراً" بعد ______ وفات پاگئے تھے۔ جس کا دونوں میاں بیوی کو بہت رنج تھا۔ اس موقعے پر مولوی صاحب نے اپنی بیوی کا بھرپور ساتھ دیا۔

مولوی رفیق اور آپا صالحہ کے درمیان بہت ذہنی ہم آہنگی تھی۔ جبکہ عدینہ اپنی دادی کے زیادہ قریب تھی۔ ان ہی سے لاڈ اٹھوائے جاتے اور فرمائشیں بھی بے بے کے ذریعے ہی پوری ہوتیں۔ جب کہ مولوی صاحب اور آپا کا زیادہ وقت مدرسے میں گزرتا

عدینہ کی پرورش میں زیادہ ہاتھ بے بے کا تھا۔ آپا صالحہ کا اپنی اکلوتی بیٹی کے ساتھ تعلق جتنا پُرتکلف تھا۔ اپنی ساس کے ساتھ اتنا ہی بے تکلفانہ اور مثالی تھا۔ دونوں ساس بہو میں خاصی انڈر اسٹینڈنگ تھی۔ جو مولوی صاحب کی وفات کے بعد مزید بڑھ گئی تھی۔

مولوی رفیق کی وفات کے بعد آپا صالحہ کے کہنے پر مدرسے کی ذمے داریاں عبداللہ نے سنبھال لی تھیں' جو مولوی صاحب کے بہترین دوست عبدالرشید کا اکلوتا بیٹا تھا۔ دونوں دوستوں میں بے تحاشا محبت تھی۔ اور دونوں کی وفات بھی اکٹھے روڈ ایکسیڈنٹ میں ہوئی' جب وہ شہر سے گاؤں واپس آرہے تھے۔ اس اچانک موت کا آپا صالحہ کو شدید صدمہ پہنچا' لیکن اس موقعے پر عبداللہ اور اس کی ماں نے ان کا بھرپور ساتھ دیا۔ عبداللہ اپنے والد صاحب کی وفات پر شہر چھوڑ کر گاؤں میں شفٹ ہوگیا اور دوبارہ کبھی شہر جانے کا نام نہیں لیا۔ مولوی رفیق صاحب کی شہر میں کچھ دکانیں تھیں جن کا کرایہ ہر ماہ عبداللہ لاکر انہیں دے دیتا تھا۔ اس لحاظ سے انہیں کسی بھی قسم کے معاشی مسائل کا سامنا نہیں تھا۔ یہی وجہ تھی انہوں نے اپنی بیٹی کی خواہش پر اس کا میڈیکل کالج میں داخلہ کروادیا' جس پر عبداللہ اور اس کی والدہ بہت خوش تھے۔ خود آپا صالحہ اپنے مدرسے میں بچیوں کو دینی تعلیم دیتی تھیں۔

اپنی وفات سے ایک سال پہلے دونوں دوستوں نے اپنے بچوں کی نسبت آپس میں طے کردی تھی' جس پر کسی کو بھی اعتراض نہ تھا۔ مدرسے کی بچیاں جب اسے عبداللہ کے نام سے چھیڑتیں تو اس لمحے عدینہ کے چہرے پر بکھرنے والے رنگ بہت خوب صورت ہوتے۔

☼ ☼ ☼

الصلوۃ خیر من النوم ــــ (نماز نیند سے بہتر ہے)

الصلوۃ خیر من النوم ــــ (نماز نیند سے بہتر ہے)

عبداللہ کی آواز جیسے ہی اس کی سماعتوں میں پڑی' عدینہ نے جلدی سے بستر چھوڑ دیا۔ وضو [illegible] کرکے صحن میں نکلی' سامنے صالحہ آپا وضو کرکے آرہی تھیں۔ نماز پڑھ کر وہ چائے کا پانی چولہے پر رکھ دیتی اور خود قرآن پاک کھول کر بیٹھ جاتی۔

گھر کے صحن میں جامن' لیموں اور امرود کے درخت لگے ہوئے تھے۔ ایک کونے میں بے بے نے ضد کرکے چھوٹا سا تندور بنا رکھا تھا۔ جس پر وہ کبھی کبھار اپنے لیے اور مدرسے کی ختم قرآن کی تقریب کے لیے بڑے اہتمام سے روٹیاں لگاتی تھیں۔ آپا

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

صالحہ کو اپنی بوڑھی ساس کا یہ مشغلہ سخت ناپسند تھا، لیکن اس معاملے میں بے بے کسی کی بھی نہیں سنتی تھی۔

اس صبح عدینہ اٹھ کر صحن میں آئی تو جامن کے درخت سے کچھ فاصلے پر بے بے کا مٹی اور گارے سے بنا تندور دہک رہا تھا۔ تندور کے اندر سے آگ کے لمبے لمبے شعلے سے باہر نکل رہے تھے، ان شعلوں کے پس منظر میں بے بے کا چہرہ بہت عجیب سا لگ رہا تھا۔

ساٹھ سالہ بے بے جسمانی لحاظ سے ماشاء اللہ خاصی صحت مند تھیں۔ ایک تو خوراک اچھی لیتیں، اور دوسرے وہ خود کو گھر کے کام کاج میں مصروف رکھتی تھیں جب کہ آپا صالحہ زیادہ تر اپنے مدرسے میں مصروف رہتیں یا پھر قرآن پاک کی تفسیر پڑھا کرتی تھیں۔ گاؤں کی عورتیں نہ صرف اپنی بچیوں کو دینی تعلیم کے لیے ان کے پاس بھجواتیں، بلکہ وہ اپنے ذاتی نوعیت کے معاملات میں بھی اکثر آپا سے ہی مشورہ لینے آتی تھیں۔ آپا صالحہ ایک ایسا کنواں بن چکی تھیں، جہاں بے شمار لوگوں کے راز دفن تھے۔ وہ خود خاصی کم گو اور اپنے کام سے کام رکھنے والی خاتون تھیں۔

"بے بے آپ کو آگ سے ڈر نہیں لگتا...." عدینہ اکثر ہی یہ سوال کرتی۔

"نہیں...." بے بے نے سوکھا بالن تندور کے پیٹ میں جھونکتے ہوئے ہمیشہ کی طرح وہ ہی جواب دیا۔

"پھر بھی بے بے، آگ سے کسے ڈر نہیں لگتا....؟" عدینہ کے سوال کا جواب آپا کی طرف سے

منہ بنایا۔

"پہلی لڑکی ہے جسے مکھن اچھا نہیں لگتا۔" بے بے نے مسکرا کر اپنی پوتی کو مزید چھیڑا۔ "انسان تو بہت خوش ہوتا ہے مکھن والی باتوں سے...."

"میں ایسی نہیں ہوں...." عدینہ منہ بناتے ہوئے پلاسٹک کی چنگیر میں روٹی اور اوپر آلو قیمے کا سالن ڈال کر صحن کی طرف نکل آئی۔ وہ اب بان کی چارپائی پر بیٹھی چھوٹے چھوٹے لقمے لیتے ہوئے آپا صالحہ کو غور سے دیکھنے لگی۔ جو آنکھیں بند کیے کسی گہری سوچ میں گم لیٹی ہوئی تھیں۔

عدینہ نے انہیں کبھی ننگے سر نہیں دیکھا تھا۔ وہ رات کو سوتے وقت بھی اچھی طرح سر ڈھانپ کر رکھتی تھیں۔ سوائے عبداللہ کے وہ گاؤں کے سب ہی مردوں سے پردہ کرتی تھیں۔ اسے کبھی کبھی آپا صالحہ کسی پُراسرار سی کہانی کا ایک اچھوتا سا کردار لگتیں۔ جو ساری کہانی میں عام سا لگتا ہے، لیکن کلائمکس پر پہنچ کر وہی کردار سب کرداروں پر حاوی ہو جاتا ہے اور سب کی توجہ اپنی جانب مبذول کروا لیتا ہے۔

اس نے آپا صالحہ کو کبھی بھی زیادہ بولتے ہوئے نہیں دیکھا۔ ان کا لہجہ کرخت، بارعب اور گفتگو خاصی متاثر کن ہوتی۔ بعض دفعہ تو وہ صرف آنکھ کے اشاروں سے ہی کام چلا لیتیں۔ مدرسے کی بچیوں پر ان کا بہت رعب تھا۔ وہ خود بھی سب سے لیے دیے انداز میں رہتی تھیں۔

مونا کے آنے کے بعد ان میں کچھ تبدیلی ضرور آئی تھی۔ نٹ کھٹ شرارتی سی مونا، جو کہ ان کے میاں کے فرسٹ کزن کی بیٹی تھی اور حویلیاں شہر سے ان

آپا جو قرآن پاک پر غلاف چڑھا رہی تھیں۔

"جہنم کی آگ سے ڈرو بیٹا، اس کے مقابلے میں یہ تو کچھ بھی نہیں۔" آپا صالحہ کے تنبیہی انداز پر عدینہ نے شرمندگی سے سر جھکا لیا۔ وہ گھبرا کر بے بے کو دیکھنے لگی جو اس کی روٹی پر تازہ مکھن بڑے اہتمام سے لگا رہی تھیں۔

"بے بے! مجھے مکھن اچھا نہیں لگتا...." اس نے

کے پاس قرآن پاک حفظ کرنے کے لیے آئی تھی۔ وہ اکثر بے بے اور آپا کو باتوں میں لگا لیتی اور فرمائشیں کر کر کے کھانے بنواتی۔ مونا کی اپنے سے دو تین سال بڑی عدینہ سے خوب دوستی تھی۔ جس کا میڈیکل کالج میں ایڈمیشن ہو گیا تھا۔

"عدینہ باجی کب آئیں گی واپس بے بے....؟" وہ جو بے دلی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

سے اپنے کپڑے بیگ میں ڈال رہی تھی' مونا کی بات پر چونک گئی۔

"تم ہر ہفتے ایک ہی سوال کر کے تھکتی نہیں ہو مونا۔" عدینہ نے مونا کا افسردہ چہرہ دیکھتے ہوئے اسے چھیڑا۔

"آپ کو اتنے بڑے گھر میں اکیلے رہنا پڑے تو پتا چلے۔" مونا جل کر بولی۔

"تنہائی اکیلے گھروں میں تھوڑا ہوتی ہے' یہ تو انسان کے اپنے اندر کسی ناگ کی طرح پھن پھیلائے بیٹھی ہوتی ہے' موقع دیکھتے ہی سر اٹھا کر کھڑی ہو جاتی ہے اور انسان کو ڈرانے لگتی ہے۔" عدینہ کی بات اس کے سر کے پورے چار فٹ اوپر سے گزر گئی۔

"آپ نے بھی آپا کی طرح مشکل باتیں کرنا شروع کر دی ہیں۔ میرے تو پلے ہی نہیں پڑتیں۔" مونا نے میز سے عدینہ کی کتابیں اٹھاتے ہوئے منہ بنایا تو وہ بے ساختہ ہنس پڑی۔

"اتنی ساری لڑکیاں تو آتی ہیں آپا کے پاس۔ دوستی کر لو ان سے۔" عدینہ نے مسکراتے ہوئے مشورہ دیا۔

"دوست ہوتا نہیں ہر ہاتھ ملانے والا۔" مونا ناک چڑھا کر بولی۔

"ہاتھ نہ سہی دل ملا لو کسی کے ساتھ۔" عدینہ نے شرارتی لہجے میں ایک اور مشورہ دیا۔

"دل کا تانکا ہر کسی کے ساتھ تھوڑا فٹ ہوتا ہے۔ اس کی وائرنگ میں کرنٹ تو بس ایک خاص نام سے ہی آتا ہے۔" مونا کی بات پر عدینہ کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔ اس سے پہلے کہ وہ مونا کی بات پر تبصرہ کرتی' مونا نے اس کا سکون درہم برہم کیا۔

"عبداللہ بھائی آئے ہیں۔ برآمدے میں بیٹھے ہیں۔" مونا کی بات پر اس کا دل بے اختیار دھڑکا۔ اس نے ہاتھ میں پکڑا سوٹ بیگ میں ڈالا اور بے ساختہ کمرے کی کھڑکی کی طرف آگئی' ہلکا سا پردہ ہٹا کر ڈرتے ڈرتے برآمدے کی طرف دیکھا۔ مونا بھی لپک کر اس کے پیچھے چلی آئی۔ دونوں اب کھڑکی سے جھانک رہی تھیں۔

سفید کرتا شلوار کے ساتھ سیاہ پشاوری چپل پہنے وہ بڑے مودبانہ انداز سے بے بے کے پاس بیٹھا اس کے دل کے ٹھہرے ہوئے پانی میں ہلچل سی مچا گیا۔

"آپ دونوں کی جوڑی شاندار ہے۔" مونا نے شوخ انداز سے سرگوشی کی تو عدینہ نے گھور کر اسے دیکھا۔ جو شرارت کے موڈ میں تھی۔

"کبھی تو ایک دوسرے سے بات کر لیا کریں۔"

"جی نہیں۔" عدینہ نے صاف انکار کیا۔

"کیا فائدہ ایسی خاموش محبت کا۔۔۔؟" مونا خاصی بے باک اور پُراعتماد لڑکی تھی۔

"خاموش محبت اپنے اندر بے پناہ شدت لیے ہوتی ہے۔ جب دل کی دھڑکنیں ایک ہی نام کا ورد کریں' نگاہیں ایک ہی چہرے کا طواف کر کے خوش ہوں اور محبت کی نمازوں میں ایک ہی شخص کو مانگا جائے تو دنیا کے سارے لفظ بے کار ہو جاتے ہیں۔ محبت گونگی بھی ہو تو ہر انداز سے چھلکتی ہے۔ اپنا آپ منوا کر ہی دم لیتی ہے۔" عدینہ کی بات سنے مونا کو لاجواب کیا۔

"عدینہ۔۔۔ تانگہ آگیا ہے' جلدی کرو۔" باہر سے آنے والی آپا صالحہ کی آواز پر دونوں ہی گھبرا کر کھڑکی سے ہٹیں اور پلنگ پر رکھا سامان سمیٹنے لگیں۔ مونا نے باقی چیزیں اس کے بیگ میں باقاعدہ ٹھونسی تھیں۔ زپ بند کر کے مونا نے اس کا بیگ اٹھایا اور باہر نکل گئی' تاکہ تانگے میں رکھ سکے۔

عدینہ نے کھونٹی سے لٹکا سیاہ رنگ کا عبایا اتارا اور عجلت میں پہن کر سفید اور کالے رنگ کے پھولوں والا اسکارف اپنے سر کے اردگرد لپیٹا' اتنے میں آپا صالحہ کمرے میں داخل ہوئیں' وہ اب لوہے کے ٹرنک میں کپڑوں کے نیچے بچھائے اخبار سے ہزار ہزار کے پانچ نوٹ نکال کر عدینہ کے پاس پہنچ گئیں۔

"یہ رکھ لو۔" آپا صالحہ نے پیسے عدینہ کی طرف بڑھاتے ہوئے سرسری سی نگاہ اس کے چہرے پر ڈالی

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

جہاں ملاحت کا ایک جہان آباد تھا۔ عدینہ کے ریشمی بالوں کی ایک لٹ دائیں کان کی طرف سے نکل کر اس کے گال کو چھو رہی تھی۔ عدینہ کی رنگت صاف اور نقوش بہت پرُکشش تھے۔ جب کہ وہ اپنی ہم عمر لڑکیوں سے دراز قد تھی۔ سیاہ آنکھوں میں کاجل لگانے کی اجازت اسے آپا نے کبھی نہیں دی تھی۔

"ہزار دفعہ سمجھایا ہے' عورت کو اپنے بال نامحرموں سے چھپانے کا حکم ہے' اسکارف اچھی طرح لیا کرو۔" آپا صالحہ کے لہجے میں چھپی خفگی کو محسوس کر کے عدینہ گھبرا کر اسکارف کی پنیں کھول کر دوبارہ کسنے لگی۔

"عدینہ باجی! چاچا جیدا' ناراض ہو رہا ہے' بس نکل جائے گی۔" مونا دوڑتی ہوئی کمرے میں آئی۔

"آ رہی ہوں۔۔۔" اس نے اپنا ہینڈ بیگ اٹھایا۔ جلدی سے باہر نکلی۔ برآمدے میں بے بے کے تخت کے پاس رکھی کرسی پر بیٹھے عبداللہ کو دیکھ کر اس کا دل پوری قوت سے دھڑکا۔ چلتے چلتے بے بے کے تخت سے اس کا پاؤں ٹکرایا۔ مونا شرارت سے ہنسی۔

"یہ عبداللہ بھائی کو دیکھ کر آپ دیواروں اور ستونوں سے کیوں ٹکرانے لگتی ہیں۔" ایک دفعہ مونا نے یونہی اسے چھیڑنے کو پوچھا تھا۔

"عورت جس مرد سے محبت کرتی ہو' اسے دیکھ کر ویسے ہی حواس باختہ ہو جاتی ہے۔ نہ قدموں پر اپنا اختیار رہتا ہے اور نہ نظروں پر۔۔۔" عدینہ نے بھی اس وقت اسے ہنستے ہوئے اندر کی بات بتائی تھی۔

"دھیان سے جانا۔" بے بے نے اپنی عزیز از جان پوتی کو محبت بھرے لہجے میں کہا' لیکن اس کے دھیان کی ساری کھڑکیاں تو اس دشمن جاں کی طرف کھلی ہوئی تھیں' جو نظریں جھکائے ہوئے اس کے دل کا سکون' بڑی دیدہ دلیری سے کسی بے رحم ڈاکو کی طرح لوٹ چکا تھا۔

"خدا حافظ بے بے۔۔۔" اس نے مخاطب دادی کو کیا تھا' لیکن سنا اسے تھا جو سر جھکائے اپنی پشاوری چپلوں پر نظریں جمائے بیٹھا تھا۔ اس لمحے اسے اس پشاوری چپل کی قسمت پر رشک بھی آیا اور غصہ بھی۔

"جلدی کرو ناں۔۔۔" مونا دروازے میں کھڑی چیخی۔ وہ جو دادی سے سر پر پیار لینے کے بہانے اس ظالم شخص کو کن انکھیوں سے دیکھنے کی کوشش میں ناکام ہو چکی تھی۔ بوکھلا کر چلی اور عجلت بھرے انداز سے صحن عبور کر گئی۔

چلتے چلتے اسے اپنی پشت پر دو آنکھیں محسوس ہوئیں۔ اس کے دل کی بے ربط دھڑکنوں نے بالکل ٹھیک وقت پر مخبری کی تھی۔ وہ پلٹی۔ عبداللہ آنکھوں میں محبت کا ایک جہاں سموئے اسی کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اور بے بے اپنی دوائیوں میں مگن تھیں۔ عدینہ ایک دم بوکھلا کر پلٹی۔ اس کا سر دروازے کے پٹ سے ٹکرایا۔ ایک لمحے کو زمین گول گول گھومتی ہوئی محسوس ہوئی۔ بے بے نے چونک کر دروازے کی طرف دیکھا۔ عبداللہ زیرِ لب مسکرایا۔

"پتر دھیان سے۔۔۔" بے بے کی فکر مند آواز اور مونا کی کھی کھی نے اکٹھے ہی اس کا تعاقب کیا۔

"اللہ حافظ۔۔۔" عدینہ نے بغیر پلٹے جواب دیا اور جلدی سے تانگے پر بیٹھ گئی۔ واپسی کا سارا سفر گویا خوشبوؤں میں اڑتے ہوئے گزرا تھا۔ وہ روشن اور چمک دار آنکھیں اس کے ساتھ ہی سفر کر رہی تھیں۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہ بغیر پروں کے ہی فضاؤں میں اڑ رہی ہو۔ اسے پتا ہی نہیں چلا کب وہ حسن ابدال سے پنڈی اور پھر اپنے ہوسٹل پہنچی۔ عبداللہ کی ایک نگاہ نے اس کا آج کا سفر آسان کر دیا تھا۔

☼ ☼ ☼

اسلام آباد کے میریٹ ہوٹل میں روشنیوں' رنگوں اور خوشبوؤں کا ایک جہان آباد تھا۔ شوبز' فیشن' صحافت سے تعلق رکھنے والے اہم لوگ اس فیشن ویک کی افتتاحی تقریب میں شامل تھے۔ برائیڈل ویک کے حوالے سے ہونے والی اس فیشن شو کی اخبارات

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

اور سوشل میڈیا میں بہت دن پہلے ہی ایڈورٹائزنگ شروع کردی گئی تھی' جس کی وجہ سے اس تقریب کے پاس دس دن پہلے ہی ختم ہوچکے تھے۔

"یار آئی ایم گیٹنگ کنفیوژ..." میک اپ روم میں کوئی بیسیویں دفعہ آئینے میں اپنا تنقیدی جائزہ لیتے ہوئے شانزے نے اپنی ساتھی ماڈل سونیا سے پریشانی سے کہا۔ سونیا جو کہ اپنے ہونٹوں پر لپ گلوس لگارہی تھی' اس نے ناک چڑھا کر شانزے کو دیکھا۔ جو کیٹ واک میں حصہ لینے سے پہلے ہی سخت گھبرا رہی تھی۔

"ڈونٹ بی سلی شانزے..." نک چڑھی سونیا نے منہ بنا کر کہا اور ایک دفعہ پھر آئینے کی طرف متوجہ ہوگئی۔

اس وقت میک اپ روم میں ٹاپ کلاس ماڈلز کے ساتھ ساتھ دو تین بالکل فریش ماڈلز بھی موجود تھیں۔ جن کا انتخاب کئی کڑے مراحل سے گزرنے کے بعد کیا گیا تھا۔ سب ہی ماڈلز خود کو آئینے میں' ہر زاویے سے دیکھنے میں مگن تھیں۔

ساٹھ کی دہائی کی دلہن کے روپ میں شانزے غضب ڈھا رہی تھی' ایک تو وہ ویسے ہی دراز قد تھی' اوپر سے اللہ نے اسے حسن سے بے دریغ نوازا تھا۔ ماہر بیوٹیشن کے ہاتھوں نے اس کے حسن کو چار چاند لگادیے تھے۔ ڈریسنگ روم سے آنے والی کئی سینئر ماڈلز نے حسد بھری نگاہوں سے اسے دیکھا۔ سب ہی کو اپنی اپنی پوزیشن خطرے میں لگ رہی تھی۔ اس فیشن شو میں ہونے والی کیٹ واک' بہت سے چہروں کو شہرت کے آسمان پر پہنچانے کے لیے بے تاب تھی' جیسے جیسے وقت گزر رہا تھا' نئی ماڈلز کے چہروں پر پسینے کے ننھے ننھے قطرے دمکتے ہوئے دکھائی دے رہے تھے' بظاہر خود کو پُراعتماد شو کروانے والی کئی لڑکیوں کے دل اس وقت بری طرح دھڑک رہے تھے۔

"شانزے' رباب' سونیا... آپ لوگ کانفیڈنٹ ہیں نا..." فیشن شو کے آرگنائزر مہیش نے اپنی تینوں نئی ماڈلز کو ایک دم ہی مخاطب کیا۔ وہ ابھی ابھی وہاں پہنچا تھا۔ اب تنقیدی نگاہوں سے سب کا جائزہ لے رہا تھا۔

"یس سر' آف کورس..." نک چڑھی سونیا نے بے ساختہ جواب دیا۔

"اور شانزے آپ..." مہیش جیسے ہی شانزے کی طرف پلٹا' اس کے ملکوتی حسن سے ایک لمحے کو مرعوب ہوکر۔ بات کرنا ہی بھول گیا۔

"لو یہ تو گیا کام سے..." علیزہ نے کہنی مار کر سونیا کو ایک فضول سا اشارہ کیا۔

"ج ج جی سر..." شانزے نے تھوک نگلتے ہوئے بمشکل جواب دیا۔

"او کے آپ سب کے پاس جسٹ فائیو منٹس ہیں۔ ہری اپ..." مہیش خود کو سنبھال چکا تھا۔

اگلے پندرہ منٹ کے بعد شانزے کی ریمپ پر انٹری ہوئی۔ روشنیوں کے ایک گولے کے درمیان میں وہ ہائی ہیل کی سینڈل پہنے بڑی نزاکت کے ساتھ اپنا لہنگا سنبھالے جیسے ہی حاضرین کے سامنے آئی' تالیوں کا ایک نہ ختم ہونے والا طوفان اس کی پذیرائی کرنے کو موجود تھا۔ دلکش میوزک' رنگ برنگی روشنیوں میں شانزے کا جسم ایک سانچے میں ڈھلا ہوا لگ رہا تھا۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے کوئی موم کی گڑیا ریمپ پر چل رہی ہو۔

تالیوں' سیٹیوں اور بلند آواز میں سراہے جانے والے جملے بھی شانزے کی تسلی کے لیے کافی نہ تھے۔ اس کا دل بے ربط انداز سے دھڑک رہا تھا۔ وہ اپنے کیریئر کی پہلی کیٹ واک پر حاضرین کے سامنے حد درجہ نروس تھی' لیکن خود کو پراعتماد ظاہر کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہی تھی۔

ریمپ کی آخری حد پر پہنچ کر اس نے اپنی کمر کو ایک خاص ادا سے جھٹکا دیا اور واپسی کے لیے پلٹی۔ اس کی نظر سامنے بیٹھے ایک بے زار سے نوجوان جرنلسٹ پر پڑی جو شانزے کو عجیب سی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

اسی لمحے جب وہ واپسی کے لیے مڑ رہی تھی' لمبی ہیل میں اس کا پاؤں زمین پر توازن کھو بیٹھا اور وہ ہو گیا جو نہیں ہونا چاہیے تھا۔ اس نے خود کو سنبھالنے کی پوری کوشش کی لیکن قسمت نے ہمیشہ کی طرح اس کا ساتھ نہیں دیا۔ وہ اپنی پروفیشنل لائف کی پہلی کیٹ واک میں نہ صرف زمین پر بلکہ میڈیا کے بہت سے آرگنائزرز کی نظروں سے بھی گر چکی تھی۔

☆ ☆ ☆

اسلام آباد کے ایف سیکٹر میں بنی ڈیڑھ کینال کی نیلی کوٹھی دیکھنے والوں پر کوئی خاص تاثر نہیں چھوڑتی تھی۔ پرانے طرز پر بنی ہوئی اس کوٹھی کے اگلے اور پچھلے ، دونوں ہی طرف بڑے بڑے لان تھے۔ لان میں سرو کے بلند درختوں پر ایک عجیب سی اداسی اور وحشت چھائی ہوئی محسوس ہوتی تھی۔ یہ کوٹھی باہر سے ہی دو بڑے پورشن میں تقسیم ہوئی نظر آتی تھی' لیکن لان دونوں کا مشترکہ تھا۔ اس کوٹھی کے دائیں والے پورشن میں ڈاکٹر بینش' اپنے سولہ سالہ بیٹے ارصم اور اپنے والد ڈاکٹر حماد کے ساتھ مقیم تھیں۔ وہ ایک شہید کرنل کی بیوہ تھیں اور ان کی والدہ کا انتقال ان کے بچپن میں ہی ہو چکا تھا۔

نیلی کوٹھی کے دوسرے پورشن میں ڈاکٹر بینش کے تایا ڈاکٹر جلال' اپنی بیوی اور پوتی اوریدا کے ساتھ قیام پذیر تھے۔ ان کی دونوں بیٹیاں شادی شدہ اور اکلوتا بیٹا تیمور انگلینڈ میں مقیم ہے' جبکہ تیمور کی بیٹی اوریدا کو پاکستان آئے ہوئے کچھ ہی عرصہ ہوا تھا۔

ڈاکٹر بینش کی سیاہ ہنڈا سوک نیلی کوٹھی کے گیٹ نمبر دو سے اندر داخل ہو چکی تھی۔ انہوں نے جیسے ہی گاڑی سے اتر کر پورچ میں قدم رکھا سامنے ستون کے پاس ٹوٹے ہوئے گملے کو دیکھ کر ان کا بی پی ہائی ہوا۔

"رشید' فضل دین کہاں ہو تم لوگ....." ڈاکٹر بینش کی ناراض آواز سنتے ہی ملازم دوڑتے ہوئے پورچ میں پہنچے' ویسے بھی بینش کے غصے سے سب ہی کی جان جاتی تھی۔ اس وقت بھی وہ ٹوٹے ہوئے گملے کو دیکھ کر سارا قصہ سمجھ گئے۔

"یہ گملا کس نے توڑا ہے؟" ان کا لہجہ سرد اور آنکھوں سے غصہ چھلک رہا تھا۔

"وہ بڑی بیگم صاحبہ میرے ہاتھ سے ٹوٹا تھا۔" فضل دین نے سچ بولنے میں ہی عافیت جانی۔

"ٹوٹ گیا تھا تو اٹھا کر باہر پھینکو' یہاں کیوں اس کو نمائش کے لیے سجا رکھا ہے۔" وہ ایک ناراض نگاہ دونوں ملازموں پر ڈال کر اندر کی جانب بڑھ گئیں' دونوں ہی کے حلق سے ایک پرسکون سانس خارج ہوئی۔ انہوں نے باقاعدہ منہ پر ہاتھ پھیر کر شکر ادا کیا۔

ڈاکٹر بینش نے جیسے ہی اپنے پورشن کے ٹی وی لاؤنج میں قدم رکھا۔ ان کے سارے جسم کا خون سمٹ کر چہرے پر آگیا۔ اشتعال کی لہر کسی برقی رو کی طرح ان کے پورے وجود میں دوڑی۔ ان کے چہرے کے زاویے بری طرح سے بگڑے۔

انہوں نے کھا جانے والی نظروں سے سامنے نیلے کارپٹ پر لاپروائی سے لیٹی اپنے کزن کی بیٹی اوریدا کو دیکھا۔ جس کے گمان کی آخری سرحدوں پر بھی کہیں نہیں تھا کہ ڈاکٹر بیا آج اس طرح کامیاب چھاپہ ماریں گی۔ ورنہ وہ ان کے پورشن کا کبھی بھی رخ نہ کرتی' اور اگر کر بھی لیتی تو اس طرح کارپٹ پر بے تکلفی سے نیم دراز ٹی وی نہ دیکھ رہی ہوتی۔ اس کی آنٹی بینش سے جان جاتی تھی۔

"میرے بیٹے کو کبھی عقل نہیں آسکتی' یہ بھی ماں کی طرح ساری زندگی بدھو اور پاگل ہی رہے گا۔" وہ حد درجہ کوفت اور جھنجلاہٹ کا شکار ہوئیں۔ اپنی ماں کی موجودگی سے بے خبر ارصم' اپنے سامنے اوریدا کی میتھس کی کتاب کھولے شاید نہیں یقیناً" اس کا ہوم ورک کرنے میں مصروف تھا۔ اس کی انگلیاں کیلکولیٹر پر تیزی سے چل رہی تھیں۔ اس کے ماتھے پر پڑی شکن اس کی گہری مصروفیت کی غمازی کر رہی تھی۔

بینش نے ایک نظر میں ٹی وی لاؤنج میں پھیلی بے

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

ترتیبی کو دیکھا۔ جس سے ان کی طبیعت جی بھر کر مکدر ہوئی۔ نیلے کارپٹ پر کتابیں، جرنلز، اخبارات اور ساتھ ہی پھلوں کی ٹوکری پڑی تھی۔ جس میں اب کیلے کے چھلکوں کا ڈھیر تھا۔ پاس ہی ٹرے رکھی ہوئی تھی جس میں چائے کے خالی کپ اوندھے پڑے ہوئے تھے۔ نمکو کی پلیٹ میں ــــ بسکٹس تھے اور ڈرائے فروٹس والی پلیٹ بھی الٹی تھی۔ کچھ ہی فاصلے پر اوریدا کا پرانا سا بھالو والا ہیئر بینڈ گرا ہوا تھا جو اکثر ہی اس کے بالوں کے بجائے اِدھر اُدھر لڑھکتا رہتا۔

ان تمام چیزوں کے درمیان اوریدا صاحبہ فلور کشن سر کے نیچے رکھے بے تکلفی سے نیم دراز تھیں۔ اس کی ایک ٹانگ قریبی صوفے پر جب کہ ہاتھ میں ریموٹ کنٹرول تھا جس سے اس نے آواز کا والیوم مزید بڑھا دیا تھا۔ کمرے کا یہ منظر دیکھ کر ڈاکٹر بینش کے لیے زیادہ دیر تک خود پر قابو پانا محال ہو گیا۔

"یہ کیا تماشا ہو رہا ہے۔؟"

ان کی تلخ آواز پر اوریدا ایک دم ہراساں ہوئی اور اچھل کر بیٹھ گئی۔ اس کی رنگت ہلدی کی طرح زرد ہوئی۔ چونکا تو ارصم بھی تھا لیکن اسے اپنے تاثرات چھپانے میں کمال حاصل تھا۔ اس نے بس ایک سرسری نگاہ اپنی ماں پر ڈالی اور دوبارہ نوٹ بک پر جھک گیا۔ اس کا یہ انداز ڈاکٹر بینا کو آگ لگا گیا۔

"یہ گھر ہے یا کباڑ خانہ۔؟ انہوں نے انتہائی سرد نظروں سے اوریدا کو دیکھا۔ جو اس وقت سخت خوف زدہ دکھائی دے رہی تھی۔

"تم پھر اوریدا کا ہوم ورک کر رہے ہو۔؟" انہوں نے خفگی آمیز انداز میں ارصم کی طرف دیکھا۔ جب کہ اوریدا پریشان نظروں سے ٹی وی لاؤنج کے دروازے کو دیکھ رہی تھی۔ جس کے بالکل سامنے آنٹی بینش ڈٹ کر کھڑی تھیں۔ وہ کمرے سے آسانی سے نہیں نکل سکتی تھی۔

"تو۔؟" ارصم نے انتہائی پُرسکون مگر نڈر انداز سے اپنی ماں کا غصے سے لبریز سرخ چہرہ دیکھا۔ وہ اپنے فوجی باپ کی طرح دلیر تھا اور نیلی کوٹھی میں ان کے سامنے اس طرح بولنے کی جرأت وہ ہی کر سکتا تھا۔

"تم ابھی تک اکیڈمی کیوں نہیں گئے۔؟" انہیں آخر کار ایک مضبوط جواز مل ہی گیا تھا ارصم پر خفا ہونے کے لیے۔

ارصم نے پہلے وال کلاک کی طرف اور پھر جتاتی ہوئی نظروں سے ماں کی طرف دیکھا، وہ ایک لمحے میں سمجھ گئیں، اکیڈمی کے جانے میں ابھی کافی وقت تھا، اس سوچ نے انہیں اور بھی جھنجلاہٹ میں مبتلا کیا۔

"میرا اکیڈمی ٹائم ساڑھے پانچ بجے کا ہے اور ابھی صرف چار بجے ہیں۔" ارصم کے جتاتے ہوئے لہجے میں کچھ تھا کہ وہ نہ چاہتے ہوئے بھی سٹپٹا سی گئیں، لیکن بڑی سرعت کے ساتھ انہوں نے خود پر قابو پایا۔

"خدمت خلق چھوڑ کر انٹری ٹیسٹ پر دھیان دو تو بہتر ہے۔" انہوں نے ناپسندیدہ نظروں سے اوریدا کو دیکھتے ہوئے طنزیہ لہجے میں کہا تو اوریدا کی رنگت فق ہو گئی۔ لگتا تھا کہ وہ کسی بھی لمحے چکرا کر گر پڑے گی۔

ارصم نے ایک سیکنڈ میں اس کی حالت کا اندازہ لگا لیا تب ہی وہ ماں کو نظر انداز کر کے اس کی طرف متوجہ ہوا اور بڑے تحمل سے گویا ہوا۔

"اوریدا ایک سوال رہ گیا ہے وہ تم خود کر لینا۔ اب جاؤ۔" ارصم کی بات پر اس کی رکی ہوئی سانسیں بحال ہوئیں۔ اس نے فوراً سے پیشتر اپنی چیزیں عجلت بھرے انداز میں اٹھائیں۔ دل کی حالت سخت بری ہو رہی تھی۔ آنٹی بینش کی ایکسرے جیسی نظروں کا سامنا کرنا کون سا آسان کام تھا۔ وہ اس وقت کھا جانے والی نظروں سے اسے دیکھ رہی تھیں۔

سیاہ رنگ کے سوٹ میں اوریدا کی شہابی رنگت خوب دمک رہی تھی۔ بڑی بڑی بادامی آنکھوں میں ہلکا ہلکا سا خوف کا تاثر اس کی خوب صورتی کو مزید اجاگر کر رہا تھا۔ وہ جھنجلا سی گئیں۔ اس کے ہاتھوں کا ارتعاش اس کے اندرونی جذبات کی واضح عکاسی کر رہا تھا۔ اپنی چیزیں سمیٹتے ہی وہ گولی کی طرح اڑتی ہوئی کمرے سے نکلی اور باہر نکلتے ہی ایک لمبا سانس لیا۔ آج بڑی

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

مشکل سے وہ آنٹی بینش کے ہاتھوں قتل ہونے سے بچی تھی۔ اس لیے ابھی بھی حواس باختہ تھی۔

اوریدا کے کمرے سے نکلتے ہی ڈاکٹر بینش نے صوفے پر نیم دراز اپنے بیٹے کو غور سے دیکھا۔ جس کا چہرہ سپاٹ تھا۔ وہ ان کو نظر انداز کیے اب بڑے پر اعتماد انداز سے ریموٹ کنٹرول اٹھا کر ٹی وی کے چینل بدل رہا تھا۔ اس کا یہ انداز ڈاکٹر بینش کو سلگا گیا' لیکن مسئلہ یہ تھا' سامنے ان کے کزن کی بیٹی نہیں تھی ان کا ذہین و فطین' سنجیدہ مزاج کا حامل اکلوتا بیٹا ارصم جاوید تھا۔ شوہر کی شہادت کے بعد ارصم میں ان کی جان تھی اور یہی جان اوریدا کے آنے کے بعد اکثر سولی پر لٹکی رہتی' کوئی بھی ان کے جذبات کو نہیں سمجھ سکتا تھا۔

"تم نے لنچ کیا۔؟" انہوں نے بیٹے کا موڈ جانچنے کے لیے یونہی پوچھا۔ ارصم نے جواباً" انہیں جن نگاہوں سے دیکھا' وہ ہلکا سا گڑبڑا گئیں' اور جلدی جلدی کارپٹ پر بکھری چیزیں سمیٹنے لگیں۔

"ہاں کرچکا ہوں۔" ارصم کا لاتعلق سا انداز انہیں سلگا گیا۔ وہ اب اپنے سیل فون پر کوئی گیم کھیل رہا تھا۔

"آغا جی کہاں ہیں۔؟" ڈاکٹر بینش نے بمشکل خود پر قابو پا کر تحمل سے پوچھا۔ ان کے سوال پر ارصم نے کچھ ایسی جتاتی ہوئی نظروں سے انہیں دیکھا جیسے کہہ رہا ہو کہ آپ کو نہیں پتا' وہ اس وقت کہاں ہوتے ہیں۔؟

"میں نے کچھ پوچھا ہے تم سے۔" وہ جھنجلا گئیں۔

"اپنی اسٹڈی میں۔" اس نے سپاٹ انداز میں مختصر جواب دیا۔

"ایک پیشنٹ کی رپورٹس گھر بھول گئی تھی' وہی لینے آنا پڑا۔" انہوں نے ہی بات بڑھانے کی غرض سے غیر ضروری سی وضاحت دی جس کی آج بالکل بھی ضرورت نہیں تھی۔ ارصم نے ان کی بات پر بھی "نو لفٹ" کا بورڈ نہیں ہٹایا۔

"پورے کمرے میں گندگی ہے۔ میں شریفاں کو صفائی کے لیے بھیج رہی ہوں' تم اگر چاہو تو کچھ دیر کے لیے اپنے بیڈ روم میں چلے جاؤ۔" اپنی بات کہہ کر وہ رکیں نہیں اور فوراً" کمرے سے نکل گئیں۔

ڈاکٹر بینش کے کمرے سے نکلتے ہی ارصم کا تناؤ کا شکار چہرہ کچھ ڈھیلا ہوا' لیکن غصہ ابھی بھی باقی تھا۔ جس کا اظہار اس نے ہاتھ میں پکڑے ریموٹ کنٹرول کو سامنے والی دیوار پر مار کر کیا۔ ریموٹ کا پیچھے والا حصہ ٹوٹ گیا اور سیل دور جا گرے۔

"وہ بے وقوف ضرور رو رہی ہوگی۔" اس سوچ نے ارصم کو مضطرب کیا۔

وہ جلدی سے اٹھا' اس کے قدم بڑے ابا کے پورشن کی طرف اٹھ رہے تھے۔ وہ لش گرین آسٹریلین گھاس پر مشتمل وسیع و عریض لان کو عبور کرتا ہوا بڑی عجلت میں ان کے پورشن میں داخل ہوا۔ جدید انداز میں بنا ہوا ٹی وی لاؤنج اس وقت بالکل سنسان تھا۔

بڑی اماں اور بڑے ابا اس وقت آرام کر رہے تھے۔ وہ ٹی وی لاؤنج سے اوپر کے فلور کو جاتی ہوئی سیڑھیوں کی طرف بڑھا۔ اوپر جاتے ہی کوریڈور میں دائیں جانب اوریدا کا کمرہ تھا۔

اس نے دروازہ ہلکے سے بجایا۔ اندر بالکل خاموشی تھی۔ دروازہ دوبارہ بجانے کے بعد بھی نہیں کھلا تو اس نے ہینڈل گھمایا۔ دروازہ لاک نہیں تھا۔ پورا کمرہ اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا۔

اس نے اندازے سے دیوار ٹٹول کر سوئچ بورڈ کے سارے ہی بٹن ایک جھٹکے سے آن کردیے۔ کمرے میں ایک دم ہی روشنیوں کا ایک طوفان سا آگیا۔ ہلکے گلابی رنگ کی کلر اسکیم والا کمرہ اوریدا نے اپنی پسند سے ڈیکوریٹ کروایا تھا۔ سامنے ہی آف وائٹ رنگ کے جہازی سائز بیڈ پر وہ سیدھی لیٹی ہوئی تھی۔ ایک تکیہ اس کے منہ پر تھا اور دوسرا سر کے نیچے۔ یہ اس کا مخصوص اسٹائل تھا۔

"اوریدا۔ کیا ہوا۔؟" اس نے بے چینی سے تکیہ اس کے منہ سے ہٹایا۔ اسے یہ دیکھ کر قطعاً" حیرت نہیں ہوئی' وہ بے آواز رو رہی تھی۔

☆ ☆ ☆

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

"ہوں تو آپ ہیں عدینہ احمد! جنہوں نے پنڈی بورڈ میں پہلی پوزیشن لی۔؟" میڈیکل کی پہلی کلاس میں پروفیسر شفیق نے غور سے اپنے سامنے سیاہ گاؤن اور اسکارف میں موجود لڑکی کو دیکھا۔ وہ کلاس کی واحد لڑکی تھی جس کا چہرہ کسی بھی قسم کے میک اپ سے مبرا تھا۔ جس کی آنکھوں میں کاجل کی جگہ ذہانت کی چمک اور ہونٹوں پر لپ اسٹک کی جگہ پُراعتماد مسکراہٹ تھی۔

"میں نے میٹرک بورڈ میں بھی ٹاپ کیا تھا۔" عدینہ کے پُراعتماد انداز پر پروفیسر شفیق کے ساتھ پوری کلاس نے توصیفی نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"آپ کے والد کہیں پنڈی بورڈ کے چیئرمین تو نہیں۔" کلاس کی آخری بینچ پر بیٹھے جبران نے شرارتی انداز سے لقمہ دیا تو پوری کلاس کے چہرے پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔ عدینہ نے پلٹ کر کلاس کے آخری بینچ پر بیٹھے لڑکے کو لاپروائی سے دیکھا۔

"نہیں وہ گاؤں کی مسجد کے امام تھے۔" عدینہ کی وضاحت پر کلاس میں موجود اسٹوڈنٹس میں سے کسی کے چہرے پر خوشگوار حیرت اور کسی چہرے پر بڑی طنزیہ مسکراہٹ ابھری۔ جب کہ دو چار آنکھوں میں تحقیر کے رنگ بھی صاف پڑھے جارہے تھے۔

"ہوں۔ گڈ۔ مجھے امید ہے آپ یہاں بھی اپنا سابقہ ریکارڈ برقرار رکھیں گی۔" پروفیسر شفیق نے مسکراتے ہوئے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

"ان شاء اللہ سر۔" وہ اپنی سیٹ پر دوبارہ بیٹھ چکی تھی۔

پروفیسر شفیق اب باقی اسٹوڈنٹس کی طرف متوجہ ہوئے' جبکہ عدینہ کو اپنے علاوہ کسی بھی کلاس فیلو کے تعارف سے کوئی خاص دلچسپی نہیں تھی' اس لیے وہ لاپروائی سے اپنے ساتھ بیٹھی سائرہ کی طرف متوجہ ہوگئی' جو کالج میں بھی اس کی کلاس فیلو تھی' اور اب وہ دونوں ہوسٹل میں روم میٹس تھیں۔

"تمہارے فادر امام مسجد تھے' کیا ضرورت تھی یہ بتانے کی۔" سائرہ نے کیمپس کی سیڑھیوں پر بیٹھتے ہی ناگواری سے عدینہ سے کہا۔

"اس میں چھپانے والی کیا بات ہے۔؟" اس نے بھنویں اچکا کر سائرہ کو دیکھا۔ جس کا موڈ خاصا خراب تھا۔

"تم نے دیکھا' وہ نتاشا کیسے تضحیک آمیز نظروں سے دیکھ رہی تھی تمہیں۔" سائرہ نے منہ بنایا۔

"سواٹ۔" عدینہ نے لاپروائی سے کندھے اچکائے۔ "مجھے اس بات پر فخر ہے۔"

"لیکن دنیا کے فخر کرنے کے اسٹینڈرڈ مختلف ہیں یار۔" سائرہ جھنجلا کر گویا ہوئی۔

"شکر کرو ابھی تو میں نے ایک اور بات نہیں بتائی۔" عدینہ نے اپنے بیگ سے مالٹا نکالتے ہوئے اسے مزید حیران کیا۔

"وہ کیا۔؟" سائرہ پریشان ہوئی۔

"یہی کہ میری والدہ گاؤں میں مدرسہ چلاتی ہیں اور میرے منگیتر بھی امام مسجد ہیں۔" عدینہ کی بات پر سائرہ کا منہ حیرت سے کھلا کا کھلا ہی رہ گیا۔

"کیا چیز ہو تم یار۔" وہ تعجب سے اپنے سامنے بیٹھی سادہ اور پُراعتماد سی عدینہ کو دیکھتی رہ گئی' جو ہاتھ میں پکڑا مالٹا چھیل کر اب باقاعدہ نمک لگا کر مزے سے کھا رہی تھی۔

☆ ☆ ☆

"میں تو ہوں ہی بدقسمت۔" شانزے اپنی واحد دوست رباب کے کندھے پر سر رکھے مسلسل ایک گھنٹے سے رو رہی تھی۔

"بدقسمتی میرا پیچھا کرتی ہوئی ہر جگہ پہنچ جاتی ہے۔ کسی بھی موقعے پر مجھے تنہا نہیں چھوڑتی۔" شانزے کے گلے شکووں میں اس تقریب میں ناکام پرفارمنس کے بعد اور زیادہ اضافہ ہوگیا تھا۔

"حوصلہ کرو یار۔" رباب اس کے اس طرح بکھرنے پر پریشان ہو رہی تھی۔

"میرا تو شوبز میں کیریئر شروع ہونے سے پہلے ہی ختم ہوگیا۔" شانزے پھوٹ پھوٹ کر رو پڑی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

"بس بھی کرو' کل سے رو رو کر تم نے اپنا برا حال کر رکھا ہے۔" رباب نے پانی کا گلاس اس کی جانب بڑھاتے ہوئے نرمی سے دلاسا دیا۔

"میری تو ازل سے قسمت خراب ہے' لگتا ہے ابد تک ہی خراب رہے گی۔" شانزے کا دکھ کسی صورت بھی کم ہونے میں نہیں آرہا تھا۔

"تم نے میش سر سے بات کی۔" رباب نے فیشن شو کے آرگنائزر کا نام لے کر پوچھا تو شانزے کے آنسوؤں میں روانی آگئی۔

"وہ بھی میرا فون نہیں اٹھا رہے' سخت ناراض ہیں مجھ سے۔" شانزے نے رباب کا بڑھایا ہوا ٹشو تھاما۔

"تو دنیا میش سر پر ختم تو نہیں ہو جاتی۔" رباب نے دانستہ اپنے لہجے کو لاپروا بنا دیا۔

"میری تو شروع ہی ان کے ذریعے ہوئی تھی۔" شانزے نے ٹشو استعمال کر کے بے دردی سے ڈسٹ بن کی طرف اچھالا۔

"اللہ کوئی اور سبب بنا دے گا۔ انشاء اللہ۔" رباب کے پاس ہمیشہ ہی اس کے لیے تسلیوں اور دلاسوں کی فراوانی ہوتی تھی۔

"میرے لیے اللہ کے پاس کوئی سبب نہیں۔" اسے ساری دنیا کے ساتھ ساتھ اللہ سے بھی گلے شکوے تھے۔

"بے وقوفوں والی باتیں نہیں کرتے۔" رباب نے بے ساختہ اسے ٹوکا۔

"جن لوگوں کو زندگی بن مانگے سب کچھ دے دیتی ہے' انہیں دوسروں کی باتیں بے وقوفانہ لگتی ہیں۔" اس نے بازو کی پشت سے اپنی آنکھوں کو مسلا اور ناراض سے انداز سے کھڑی ہو گئی۔

"کہاں جا رہی ہو؟" رباب پریشان ہوئی۔

"خودکشی کرنے۔" شانزے کی بات پر اس کا دماغ بھک سے اڑا۔ جب کہ وہ کمرے سے جا چکی تھی۔

"فضول لڑکی' میری بات تو سنو۔" رباب ہمیشہ کی طرح اس کے پیچھے لپکی' اسے اس دفعہ بھی شانزے کو اس کے ارادے سے باز رکھنا تھا۔

☆ ☆ ☆

وہ فوٹو اسٹیٹ شاپ پر جانے کے لیے یونہی بڑے ابا کے پورشن کی طرف آگیا۔ شام کے چار بج رہے تھے۔ اس نے داخلی سیڑھیوں پر اداس اور خاموش سی اوریدا کو دیکھا۔ وہ کسی گہری سوچ میں گم ایک پڑا سا تنکا اٹھائے فرش پر بے معنی سی لکیریں کھینچ رہی تھی۔ اس نے اپنا بھالو والا ہیر بینڈ اب بریسلٹ کے طور پر ہاتھ میں پہنا ہوا تھا۔

"ہیلو لڑکی' کیا ہوا؟" بلیک ٹراؤزر پر سفید ٹی شرٹ پہنے وہ خاصے گھریلو سے حلیے میں کھڑا اس سے پوچھ رہا تھا۔

"کچھ نہیں۔" وہ زبردستی مسکرائی۔

"کوئی تو بات ہے' جس کی وجہ سے چہرے پر ساڑھے بارہ بجے ہوئے ہیں۔" وہ شوخ ہوا۔

"آج ماہیر کی سالگرہ ہے۔" افسردہ سے انداز میں اس نے بتایا۔ ماہیر اس کا بڑا بھائی تھا' جو اس کے پاپا کے ساتھ ہی انگلینڈ میں مقیم تھا' جبکہ اسے اپنی ماما کی اچانک ڈیتھ کے بعد پاکستان آنا پڑا' وہ دو ہی بہن بھائی تھے۔

"ماہیر کی سالگرہ ہے تو اس میں اتنا اداس ہونے کی کیا بات ہے۔؟" وہ اس سے ایک قدم نیچے والی سیڑھی پر بیٹھ کر بڑے خوشگوار انداز سے گویا ہوا۔ اس نے نامحسوس انداز سے اوریدا کے ہاتھ سے تنکا لے کر زمین پر پھینک دیا۔

"ہوں۔ ہے تو خوشی کی بات' لیکن کاش کہ میں بھی وہاں ہوتی' تو ہم کتنا انجوائے کرتے' کتنی زیادہ آئس کریم کھاتے۔" وہ زبردستی مسکرائی۔ ارحم کو ایک لمحے میں محسوس ہو گیا' وہ اپنے پاپا اور بڑے بھائی کو مس کر رہی ہے۔

"لو یہاں تو آئس کریم کا دکھ منایا جا رہا ہے' جب کہ میں سمجھا تم اپنی فیملی کو مس کر رہی ہو۔" اس نے شرارتی انداز سے اسے چھیڑا اور وہ چڑ بھی گئی۔ "میں

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

نے کب کہا مجھے آئس کریم کی یاد آرہی ہے۔؟"

وہ اپنی بڑی بڑی بلوائی رنگ آنکھوں میں خفگی بھرے اسے دیکھ رہی تھی۔ ارصم نے بمشکل اپنی مسکراہٹ کو چھپایا اور غور سے اسے دیکھا۔ بلیک جینز پر اس نے پنک پل اوور پہن رکھا تھا۔ جس پر بڑی ساری باربی بنی ہوئی تھی۔ جب کہ براؤن سلکی بال فرنچ ٹیل کی صورت میں بندھے ہوئے تھے' جو شاید نہیں یقینا" رحمت بوا کی نواسی کا کارنامہ تھے جو سرونٹ کوارٹر میں اپنی نانی کے ساتھ ہی رہتی تھی۔

"سوری مجھے سمجھنے میں غلطی ہوگئی۔" اس نے مسکراہٹ دباتے ہوئے کہا۔ "ویسے ماہیر تو اس وقت آنہیں سکتا ہاں آئس کریم کھائی جاسکتی ہے۔" اس کی بات پر اوریدا نے اپنی تیکھی سی ناک چڑھا کر اسے دیکھا اور خاموش رہی۔

"میں اس وقت مارکیٹ جارہا ہوں فوٹو اسٹیٹ شاپ تک۔ چلوگی۔؟" ارصم کی بات پر وہ تذبذب کا شکار ہوئی۔

"اٹھ جاؤ' تمہاری پسندیدہ جگہ "آئس لینڈ" سے کھائیں گے آئس کریم۔" ارصم نے اسے لالچ دیا تھا اور وہ اس لالچ میں آبھی گئی۔ اس لیے فورا" اٹھ کھڑی ہوئی۔ چہرے کے تاثرات تیزی سے تبدیل ہوئے۔

"بڑی اماں کو بتا کر آتی ہوں' تم دو منٹ رکو۔" وہ پرجوش انداز میں بھاگی' ارصم کو یقین تھا کہ وہ کچھ ہی منٹوں کے بعد جب واپس آئے گی تو اس کا منہ خوب پھولا ہوا ہوگا اور وہی ہوا۔ ارصم اس کی طرف دیکھ کر بے اختیار ہنسا تو اس نے گلہ آمیز نظروں سے اپنے کزن کو دیکھا۔

"کیا ہوا' بڑی اماں سے ڈانٹ پڑی ہے ناں۔؟" اس کے سوفیصد درست اندازے پر اوریدا نے تعجب سے اسے دیکھا۔

"بڑی اماں نے کہا ہوگا کہ لوتھا کی لوتھا ہوگئی ہو اور انسانوں کی طرح چلنا نہیں آتا جو اونٹوں کی طرح بھاگتی آرہی ہو۔" وہ مزید مسکرایا جب کہ اوریدا کی خوبصورت آنکھوں میں سخت حیرانی در آئی۔

"تمہیں کیسے پتا چلا تم تو یہاں کھڑے تھے۔؟" اس کی بات پر وہ قہقہہ لگا کر ہنسا۔ "جس رفتار سے تم بھاگتی ہوئی اندر گئی تھیں' مجھے ایک سو ایک فیصد یقین تھا تمہیں جاتے ہی جھاڑ پڑے گی۔"

"کیوں' بڑی اماں کو اس طرح بھاگنا ناپسند ہے کیا۔؟" اس کے معصوم انداز پر ارصم نے اپنے ایک اور بے ساختہ قہقہے کا گلا بمشکل گھونٹا' ورنہ اوریدا کی ناراضگی کا سامنا کرنا پڑتا۔

"ہاں' تم سے پہلے رحمت بوا کی نواسی کی شامت آئی رہتی تھی' وہ بھی ڈپٹی نذیر احمد کی۔ "اکبری" کی طرح تھی' لیکن بڑی اماں نے اسے "اصغری" بنا کر ہی دم لیا تھا۔" وہ باتیں کرتے کرتے گیٹ عبور کر آئے۔

"یہ ڈپٹی نذیر کون ہیں اور اکبری اصغری کہاں رہتی ہیں۔؟" اوریدا نے چلتے چلتے حیرت سے پوچھا' اس کی بات پر ارصم نے بے ساختہ اپنے سر پر ہاتھ پھیر کر لمبا سانس لیا۔ اوریدا کی اردو زبان سے دوری کبھی کبھی اسے سخت امتحان میں ڈال دیتی تھی۔

"یا اللہ۔ کون سی نالائق کزن مل گئی ہے مجھے۔" اس کی بات پر اوریدا نے برا سا منہ بنایا۔ "مجھے آپ لوگوں کے رشتے داروں کا کیا پتا' ابھی کچھ عرصہ پہلے تو میں پاکستان آئی ہوں اور پھر بڑی اماں مجھے کہاں' کسی اور کے گھر لے کر جاتی ہیں۔" اوریدا کو ایک اور دکھ یاد آگیا۔

"اوہ مائی گاڈ۔! رشتے دار۔؟" ارصم اب سڑک پر کھڑا بے تحاشا ہنس رہا تھا۔

"تم میرا مذاق اڑا رہے ہو' اس نے شکوہ کناں نظروں سے دیکھتے ہوئے افسردہ لہجے میں گلہ کیا۔

"نو مائی ڈیئر۔ مجھے تو انکل تیمور پر غصہ آرہا ہے' انہوں نے تمہیں اتنا لیٹ پاکستان بھجوا کر بہت زیادتی کی ہے تمہارے ساتھ۔" ارصم نے فورا" بات بنائی۔

"تم پہلے یہاں آجاتیں تو کچھ نہ کچھ ___ اردو لٹریچر بھی پڑھ لیتیں۔ خیر ڈپٹی نذیر احمد اردو رائٹر ہیں اور اکبری اصغری ان کے مشہور کریکٹرز ہیں بے وقوف لڑکی۔" ارصم کی وضاحت پر اس نے برا سا منہ بنایا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

"اوہ سوری۔ میں سمجھی شاید تم کسی ریلیٹیو کی بات کر رہے ہو۔" اوریدا ایک دم خفت کا شکار ہوئی۔
"ویسے مجھے اردو لٹریچر سے کوئی دلچسپی نہیں بہت مشکل لینگویج ہے یہ اس لیے تو میرے اردو میں کم مارکس آتے ہیں۔" اس نے وضاحت دی۔
"اردو میں کم مارکس زبان کے مشکل ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ تمہارے دلچسپی نہ لینے کی وجہ سے آتے ہیں۔" ارصم صاف گوئی سے بولا۔
"حقیقت میں تمہیں پاکستان آنا ہی سخت ناپسند تھا۔ تیمور انکل نے زبردستی تمہیں بھجوایا اس لیے تم نے ابھی تک چیزوں کو ذہنی طور پر قبول ہی نہیں کیا۔" ارصم نے چلتے چلتے سڑک پر پڑے پتھر کو زور سے ٹھوکر لگائی۔
"مجھے پاکستان آنا نہیں، بلکہ پاپا اور ماہیر بھائی کے بغیر آنا ناپسند تھا۔ انہوں نے مجھے خود سے الگ کر کے بہت زیادتی کی ہے۔" اس نے رنجیدہ لہجے میں فوراً اپنی صفائی دی۔
"انہوں نے زیادتی نہیں کی، تمہاری ماما کی ڈیتھ کے بعد وہاں تمہارا رہنا مناسب نہیں تھا۔ پھر تیمور انکل تو ویسے بھی ـــ ٹور پر رہتے ہیں ایسے میں تم وہاں اکیلی کیسے رہتیں۔؟" ارصم چلتے چلتے رکا۔ سڑک بالکل سنسان تھی۔
"کیوں، ماہیر بھی تو رہ رہا ہے ناں۔؟" اس نے احتجاجی نظروں سے اپنے کزن کو دیکھا جس کے ساتھ پاکستان آتے ہی اس کی دوستی ہو گئی تھی۔
"وہ لڑکا ہے وہ رہ سکتا ہے۔" ارصم نے اسے سمجھانے کی ناکام کوشش کی۔
"یورپ میں لڑکا لڑکی کی کوئی تقسیم نہیں ہوتی۔" اوریدا نے جواباً اسے سمجھانے کی کوشش کی۔
"لیکن تمہاری روٹس تو مشرقی معاشرے کی ہیں، انکل تیمور جتنے بھی لبرل ہو جائیں، وہ اپنی بیٹی کو یورپی سوسائٹی میں اکیلا نہیں چھوڑ سکتے۔" ارصم ایک دفعہ پھر چلنے لگا۔ اوریدا کو اس کی یہ بات بالکل پسند نہیں آئی۔

"تو یہاں کون سا کسی کو میری آمد سے خوشی ہوئی ہے۔" اوریدا نے سڑک پر پڑے ایک پتھر کو ٹھوکر لگائی۔
"تمہیں کس نے کہا۔۔۔؟" ارصم نے نظریں چرا کر آہستگی سے پوچھا اس حقیقت سے تو وہ بھی باخبر تھا۔
"لو بڑے ابا کا مجھے دیکھتے ہی بی پی ہائی ہو جاتا ہے۔" اوریدا نے منہ بنایا۔
"وہ تو ہائی بلڈ پریشر کے پیشنٹ ہیں۔" ارصم نے اسے ناکام سی دلیل دینے کی کوشش کی۔
"اور بیا آنٹی کا تو بس نہیں چلتا، مجھے گولی سے اڑا دیں۔" اوریدا کی معصومیت اور صاف گوئی بعض دفعہ اگلے بندے کو اچھا خاصا شرمندہ کر دیتی تھی۔ یہی حال ارصم کا ہوا تھا اس وقت۔
"ماما تو ویسے بھی مزاج کی تیز ہیں پاپا کی ڈیتھ کے بعد وہ ویسے بھی شارٹ ٹمپر ہو گئی ہیں اور چھوٹی چھوٹی بات پر غصہ کرنے لگتی ہیں۔" ارصم نے اپنی طرف سے اسے مطمئن کرنے کی کوشش کی جسے اوریدا نے ایک چٹکی میں اڑا دیا۔
"اچھا مجھے تو لگتا ہے، وہ مجھے سخت ناپسند کرتی ہیں، اور انہیں میرا پاکستان آنا بھی پسند نہیں آیا۔" اوریدا کی بات پر ارصم جھنجلا سا گیا۔
"تم بعض دفعہ اپنی عمر سے بڑی بڑی باتیں کیوں کرنے لگتی ہو اوریدا۔۔۔؟"
"جن بچیوں کی مائیں بچپن میں انہیں تنہا چھوڑ جاتی ہیں، زندگی کی تلخ حقیقتیں انہیں وقت سے پہلے بڑا کر دیتی ہیں۔" اوریدا کی بات پر ارصم کو شاک سا لگا۔ وہ پریشانی سے اپنی پندرہ سالہ کزن کا سنجیدہ سا چہرہ دیکھنے لگا جسے پاکستان آئے ہوئے بمشکل چھ ماہ ہوئے تھے اور وہ میٹرک کی اسٹوڈنٹ تھی۔

☆ ☆ ☆

"آپ کو ضرورت کیا تھی تیمور کی بیٹی کو پاکستان لانے کی۔" بینش نے چائنیز رائس اپنی پلیٹ میں نکالتے ہوئے ڈاکٹر حماد آغا سے گلہ کیا۔ جنہیں نیلی

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

کوٹھی میں سب آغاجی کہتے تھے' وہ بینش کے والد اور ارصم کے نانا تھے۔

"وہ بے چارا اپنی مسز کی ڈیتھ کے بعد اتنا اپ سیٹ تھا' مجھ سے رہا نہیں گیا۔" آغاجی نے رشین سلاد کھاتے ہوئے سنجیدگی سے جواب دیا' ویسے بھی وہ اپنی بیٹی کے مقابلے میں خاصے نرم دل اور شفیق واقع ہوئے تھے۔

"ہاں تو وہ خود بڑے ابا سے بات کرتا' دوسروں کے کندھے پر بندوق رکھ کر چلانے کی عادت تو اسے ہمیشہ سے ہے۔" بینش کے لہجے میں ناراضگی کا عنصر نمایاں تھا۔ آغاجی نے بڑے غور سے اپنی بیٹی کا جھنجلایا ہوا چہرہ دیکھا۔

"تمہیں تیمور کی بیٹی سے پرابلم کیا ہے' بینش۔۔۔؟" بات اتنی سادہ نہیں تھی' جتنا سادہ آغاجی کا لہجہ تھا۔

"آپ کو نہیں پتا۔۔۔" وہ ہاتھ میں پکڑا اچیچ پلیٹ میں پٹخ کر غصے سے کھڑی ہو گئیں۔

"بیٹھ جاؤ اور آرام سے بات کرو۔" آغاجی نے نرمی سے کہا اور وہ کچھ سوچ کر بیٹھ گئیں' لیکن مزاج ہنوز برہم تھا۔

"اس کی وجہ سے ارصم کی اسٹڈی سخت ڈسٹرب ہو رہی ہے۔" انہوں نے سوچ کر ایک بات نکال ہی لی۔

"میرے خیال میں تو ارصم کے پیپرز زبردست ہوئے ہیں اور مجھے امید ہے وہ اس دفعہ بھی ٹاپ کرے گا۔" آغاجی نے جگ سے پانی گلاس میں انڈیلتے ہوئے اپنی بیٹی کو دلاسا دیا۔

"آغاجی! انٹری ٹیسٹ ابھی باقی ہے اور میں اسے کنگ ایڈورڈ سے ڈاکٹر بنانا چاہتی ہوں۔" ڈاکٹر بینش کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ کس طرح اپنے والد کو سمجھائیں۔ ارصم ان کا لاڈلا تھا اور اس کے دفاع کے لیے وہ کہیں نہ کہیں سے جواز ڈھونڈ ہی لاتے تھے۔

"ارصم' ماشاء اللہ جتنا لائق ہے' آرام سے فرسٹ لسٹ میں اس کا نام آجائے گا۔" وہ اب ٹشو سے ہاتھ صاف کر رہے تھے۔

"تیمور کی دنیا جہان کی نالائق بیٹی اس کا پیچھا چھوڑے گی تو وہ انٹری ٹیسٹ کی تیاری کرے گا۔" ڈاکٹر بینش کا مسئلہ کچھ اور تھا۔

"تیمور کی بیٹی کا نام اوریدا ہے۔۔۔" آغاجی نے سنجیدگی سے یاد دلایا تو وہ بری طرح تپ گئیں۔

"آغاجی! میں جتنی سیریس ہوں' آپ اتنا ہی اس مسئلے کو لائٹ لے رہے ہیں۔"

"تم نے خوامخواہ اس بات کو اپنے سر پر سوار کر لیا ہے' اس فضول سی بات کو جواز بنا کر تم ارصم سے بھی اپنی ریلیشن شپ خراب کر لو گی۔" ان کی بات پر وہ بری طرح چونکیں۔ انہوں نے غور سے آغاجی کے چہرے پر کچھ کھوجنے کی کوشش کی۔

"آپ سے کچھ کہا ہے اس نے۔۔۔؟" انہیں معلوم تھا ان کا بیٹا ان سے زیادہ اپنے نانا اور بڑے ابا کے قریب ہے۔

"ہاں۔۔۔" آغاجی نے سنجیدگی سے بینش کا پریشان چہرہ دیکھا اور صاف گوئی سے کہا۔ "اسے لگتا ہے تم اوریدا کے ساتھ اوور ری ایکٹ کرتی ہو۔"

"تو اسے کیا پرابلم ہے۔۔۔" وہ بھڑکیں۔

"وہ دونوں اچھے دوست ہیں۔۔۔" آغاجی کی اطلاع نے انہیں ایک دفعہ پھر بے سکون کیا۔

"اس دوستی ہی سے تو میں خار کھاتی ہوں' زہر لگتی ہے تیمور کی بیٹی' میرا بس نہیں چلتا۔" بے تحاشا غصے کی زیادتی کی وجہ سے وہ نہ چاہتے ہوئے بھی چپ کر گئیں۔ آغاجی نے ملامتی نگاہوں سے اپنی اکلوتی بیٹی کو دیکھا اور خاموشی سے ڈائننگ روم سے نکل گئے۔ ڈاکٹر بینش کا پارہ ایک دم ہی ہائی ہوا تھا۔ ہمیشہ کی طرح آج کی رات بھی ان کی خاصی ٹینشن میں گزرنی تھی۔

☆ ☆ ☆

"پاپا! لگتا ہے آپ نے مجھے بڑے ابا کے گھر میں نہیں' کسی ہاسپٹل میں بھجوا دیا ہے۔۔۔" اوریدا اپنا سیل فون کان کے ساتھ لگائے بڑے سکون سے ٹی وی لاؤنج کے صوفے پر آلتی پالتی مار کر بیٹھی ہوئی تھی۔ دوسری طرف تیمور اپنی بیٹی کی بات سن کر مسکرائے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

"وہ کیوں بھئی...؟"

"دیکھیں ناں، بڑے ابا فزیشن، آغا جی آرتھوپیڈک سرجن، آنٹی بیا۔ گائنا کولوجسٹ اور اب ارصم بھی اس لسٹ میں شامل ہونے جا رہا ہے۔" اس نے انگلیوں پر گن کر میڈیکل پروفیشن سے تعلق رکھنے والے لوگوں کے نام بتائے جو نیلی کوٹھی میں موجود تھے۔

"ہاں... اس کے بعد اس لسٹ میں شامل ہوں گی ڈاکٹر اوریدا تیمور..." پاپا کی بات پر اوریدا کو کرنٹ لگا۔

"نو نیور پاپا... ایسا سوچیے گا بھی نہیں۔" اوریدا کے جواب سے تیمور صاحب کو جھٹکا سا لگا۔

"سخت برا لگتا ہے مجھے یہ پروفیشن، میں تو فائن آرٹس میں ماسٹرز کروں گی۔" اوریدا کے مستقبل کے ارادے کو سن کر تیمور صاحب کو ایک دم ہی غصہ آیا۔

"رہیں ناماں کی طرح جاہل کی جاہل..." وہ بولے نہیں بلکہ پھنکارے تھے۔

"پاپا...!" اوریدا کو سخت صدمہ پہنچا۔

"دوبارہ فائن آرٹس کا نام تمہاری زبان پر آیا تو زبان کھینچ لوں گا، میں نے تمہیں اس لیے پاکستان نہیں بھجوایا کہ تم یہ فضول سبجیکٹ پڑھو، سمجھیں۔" تیمور کے غصے نے اوریدا کی آدھی جان نکال دی۔

"جی پاپا..." وہ بمشکل بولی۔

"تم ایف ایس سی کر کے ڈاکٹر بنو گی بس..." تیمور صاحب کے اگلے حکم سے اس کی روح فنا ہوئی۔

"لیکن پاپا..." اس نے احتجاج کی خاطر منہ کھولا ہی تھا کہ دوسری جانب تیمور نے فوراً ہی اس کی بات کاٹ دی۔

"لیکن ویکن کچھ نہیں، ایف ایس سی کے بعد سیدھا سیدھا میڈیکل میں جاؤ، ورنہ میں تمہاری شادی کر دوں گا۔" تیمور کی اگلی دھمکی سن کر تو اوریدا کی ایسی زبان گنگ ہوئی جو شام میں ارصم کے سامنے جا کر کھلی۔

"تو اس میں رونے والی کیا بات ہے۔" ارصم اس کے بے تحاشا رونے پر پریشان ہوا۔

"سخت برا لگتا ہے مجھے میڈیکل۔" اس نے اپنا مسئلہ بتایا۔

"اتنا بھی برا نہیں ہے، جتنا برا تم منہ بنا رہی ہو..." ارصم نے ٹشو اس کی طرف بڑھاتے ہوئے دوستانہ انداز سے کہا۔

"میرا ایف ایس سی میں کبھی میرٹ نہیں بنے گا۔" اس نے روتے ہوئے اصل مسئلہ بتایا۔

"محنت سے ہر کام ہو جاتا ہے۔" اس کے پاس بھی ہر مسئلے کے لیے محنت اور کوشش کی چابی موجود تھی۔

"مر مر کر تو میرا نائنتھ میں بی گریڈ آیا تھا..." اوریدا نے ٹشو سے آنکھیں صاف کرتے ہوئے یاد دلایا۔

"ان شاء اللہ اب اے گریڈ آ جائے گا۔" ارصم نے حوصلہ افزائی کی۔

"لیکن میں ڈاکٹر ہرگز، ہرگز نہیں بنوں گی..." وہ اپنے ارادے پر ابھی تک ڈٹی ہوئی تھی۔

"تو چلو پھر شادی کر لینا..." ارصم نے اسے چھیڑا، اوریدا کی آنکھوں میں موٹے موٹے آنسو آ گئے۔ جسے دیکھ کر وہ گھبرا گیا۔

"اُفوہ یار! مذاق کر رہا تھا میں..." ارصم نے بازو سے پکڑ کر اسے بٹھایا، وہ جو خفا ہو کر اندر جانے کے لیے اٹھی تھی۔ ایک دفعہ پھر دھم سے لان کی گھاس پر بیٹھ گئی۔ ایک دفعہ پھر وہ دھواں دھار انداز سے رونا شروع کر چکی تھی۔ ارصم کو اگلے دو گھنٹے لگا کر اسے منانا تھا۔

✡ ✡ ✡

"یہ میری بک کے اوپر چائے کا کپ کس نے رکھا تھا۔" بڑے ابا جو ہسپتال سے سیدھا لاؤنج میں آئے تھے اور شیلف میں رکھی اپنی میڈیکل کی کسی کتاب پر رکھا خالی چائے کا کپ انہیں بری طرح تپا گیا۔

اس وقت اوریدا، بڑی اماں اور نوار رحمت کے ساتھ بیٹھی پی ٹی وی کا کوئی ڈرامہ بڑے ذوق و شوق سے دیکھنے میں مگن تھی۔ بڑے ابا سے تو اس کی جان جاتی تھی اور اس وقت انہیں بالکل اپنے سامنے کھڑا دیکھ کر وہ سخت گھبرا گئی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

"کون سا کپ۔۔؟" بوا رحمت نے پریشانی سے بڑے ابا کے ہاتھ میں موجود کتاب کو دیکھا' جس پر کپ کا گول سا نشان خاصا واضح تھا۔

"یہ۔۔" بڑے ابا نے خالی کپ ان کے سامنے لہرایا۔

"یہ تو اوریدا نے رکھا تھا۔۔" بوا رحمت کی زبان پھسلی۔

"ایک جاہل ماں کی جاہل بیٹی کو اتنی تمیز کہاں۔۔" ان کے تلخ لہجے میں کہے جملے پر اوریدا کا رنگ فق ہوا' یہ اس دن ماں کے حوالے سے ملنے والا دوسرا طعنہ تھا۔ جسے سن کر اس کا دل بھر آیا۔ بڑے ابا اپنے کمرے کی طرف جا چکے تھے۔

"ہزار دفعہ سمجھایا ہے' احتیاط کیا کرو' اب بڑی ہو گئی ہو۔" بڑی اماں کی جھنجلاہٹ پر اس کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے' جسے دیکھ کر بڑی اماں کا دل موم ہوا۔ ویسے بھی نیلی کوٹھی میں ایک بڑی اماں' ارصم کے علاوہ بوا رحمت ہی تھیں' جن کی محبت پر اسے کبھی شک نہیں ہوا تھا' لیکن اب وہ ان کی طرف سے بھی بدگمان ہو چکی تھی۔

"آئے ہائے' اس میں بے چاری بیٹا کا کیا قصور' میری ہی سستی تھی جو اٹھانا بھول گئی۔" بوا رحمت اس کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر پریشان ہوئیں۔

"تو یہ کون سا چھوٹی ہے' میٹرک کا رزلٹ آنے والا ہے اس کا۔" بڑی اماں آج اسے بخشنے کے موڈ میں نہیں تھیں۔

"اچھا اچھا' اب آپ کچھ مت کہیے گا بیٹا کو۔" بوا رحمت گھر کی خاندانی ملازمہ تھیں' اس لیے بے تکلفی سے ہر بات کہہ جاتیں۔

"میں تو اس کے بھلے کے لیے ہی کہہ رہی تھی' جتنا چاہتی ہوں دادا اور پوتی کے درمیان فاصلے کم ہوں اتنے ہی۔" بڑی اماں نے سنجیدہ سے انداز سے بات ادھوری چھوڑی۔

"آج کا تو دن ہی برا ہے۔" اوریدا نے بازو کی پشت سے بے دردی سے آنسو صاف کرتے ہوئے سوچا'

اسی لمحے ڈاکٹر بینش عجلت بھرے انداز میں لاؤنج میں داخل ہوئیں اور اندر کا ماحول دیکھ کر ایک لمحے کو ٹھٹک کر رک گئیں۔ سامنے اوریدا کا متورم چہرہ اور بڑی اماں کی سنجیدگی نے انہیں معاملے کی سنگینی کا احساس دلایا۔ انہوں نے عجلت بھرے انداز سے سلام کیا' بڑی اماں کے چہرے پر ہلکی سی ناگواری کا تاثر اوریدا نے پہلی دفعہ محسوس کیا۔

"تائی اماں! بڑے ابا کہاں ہیں؟" بینش نے سپاٹ سے لہجے میں پوچھا۔

"اپنے کمرے میں۔" بڑی اماں نے مختصراً" جواب دیا' ڈاکٹر بینش فوراً" ہی بڑے ابا کے کمرے کی طرف بڑھ گئیں۔

"اس کی موجودگی میں کہاں کسی کے تعلقات خوشگوار ہو سکتے ہیں۔" بڑی اماں نے ناگوار انداز سے بوا رحمت کو مخاطب کیا۔ جو نظریں چرا کر رہ گئی تھیں۔

اوریدا کو ان کا انداز خاصا عجیب لگا۔ اتنا تو اسے بھی احساس تھا کہ بڑی اماں اور آنٹی بینش کی ایک دوسرے کے ساتھ بنتی نہیں تھی' لیکن ان کا بیٹا ارصم بڑی اماں اور بڑے ابا کا خاصا چہیتا تھا۔ وہ اس پہیلی کو بوجھنے سے قاصر تھی۔ اوریدا خاموشی سے اپنے کمرے میں چلی آئی اور پھر اگلے دن ہی شام کو باہر نکلی۔ نیلی کوٹھی کے پچھلے صحن میں بنے برآمدے میں بڑی اماں کا بڑا سا لکڑی کا ایک تخت اور کچھ فاصلے پر ایک جھولا تھا۔

"کیا بات ہے اوریدا' چپ چپ کیوں ہو؟" شام کو بڑی اماں نے اس کی مسلسل خاموشی سے گھبرا کر پوچھا۔

"کچھ نہیں بڑی اماں۔" وہ ان کے تخت پر بیزاری سے لیٹ گئی۔

"اوں ہوں۔ مغرب کا ٹائم ہے' ایسے نہیں لیٹتے۔" انہوں نے فوراً" ٹوکا۔

"بڑی اماں' میں آپ کی سگی پوتی ہوں ناں۔" اوریدا کے اوٹ پٹانگ سے سوال پر بڑی اماں کا کروشیہ چلاتا ہوا ہاتھ رکا۔

"تو پوتی بھی بھلا کوئی سوتیلی ہوتی ہے۔" بڑی اماں

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

کے چہرے پر مسکراہٹ دوڑی' وہ اپنے سفید جارجٹ کے دوپٹے پر کروشیے سے ایک نفیس سی بیل بنا رہی تھیں۔

"کیوں' اگر میں اپنے پاپا کی سوتیلی بیٹی ہوں تو آپ کی سوتیلی پوتی ہی ہوئی ناں۔" اس نے منہ بنا کر وضاحت کی۔

"لیکن تم تو تیمور کی سگی اولاد ہو۔" بڑی اماں کا موڈ خاصا خوشگوار تھا' ورنہ عموماً وہ اس کے سوال و جواب کے دو دانیے سے خاصا گھبراتی تھیں۔

"سگی اولاد ہوتی تو اتنی دور پھینکتے مجھے۔" اس کا غصہ ہنوز برقرار تھا۔

"کیوں' کیا ہوا۔؟" بڑی اماں نے مسکراہٹ دبا کر پوچھا۔

"میں نے ڈاکٹر بننے سے انکار کیا تو خفا ہو گئے' اس کے بعد سے میرا فون ہی اٹینڈ نہیں کر رہے۔" اس نے اصل بات بتائی۔

"کوئی بات نہیں' اس کا باپ بھی ایسے ہی خفا ہوا تھا' جب اس نے بھی ڈاکٹر بننے سے انکار کیا تھا۔" بڑی اماں کی زبان پھسلی' وہ ایک دم اٹھ کر بیٹھ گئی۔

"کس وجہ سے بڑے ابا' پاپا سے خفا ہیں۔؟" اوریدا کے سوال پر بڑی اماں سٹپٹا سی گئیں۔

"تو وہ کیوں ہونے لگے اپنے اکلوتے بیٹے سے خفا۔؟" انہوں نے بات سنبھالنے کی کوشش کی۔

"پھر پاپا پچھلے تیرہ سال سے پاکستان کیوں نہیں آئے۔" اوریدا کا دماغ آج ٹھیک کام کر رہا تھا۔

"اس کا بزنس جو ہے انگلینڈ میں۔" بڑی اماں نے کمزور سی دلیل دی۔

"اچھا۔ بڑے ابا اور پاپا آپس میں بات کیوں نہیں کرتے۔؟" اس کی بات پر بڑی اماں جھنجلا سی گئیں۔

"میرا سر مت کھاؤ' پہلے ہی تمہارے بڑے ابا کا کل سے سخت موڈ خراب ہے' تم نے ان کی کتاب کا کور جو خراب کر دیا تھا۔"

"ہونہہ۔ میرے اور آپ کے ساتھ ہی موڈ خراب ہوتا ہے' آنٹی بیا سے تو بہت ہنس ہنس کر باتیں کر رہے تھے کل لان میں' اور رات ارصم سے شطرنج کی بازی بھی لگائی تھی' سارا غصہ اور ساری ناراضی تو بس میرے لیے ہے۔"

وہ عام حالات میں تو سچ بولتی تھی' لیکن غصے میں اس کی دوسروں کو آئینہ دکھانے والی صلاحیت کو چار چاند لگ جاتے تھے تب ہی وہ اپنی بات کر کے پاؤں پٹختی ہوئی کمرے کی طرف بڑھ گئی اور بڑی اماں کے سر کا درد اچانک ہی بڑھ گیا' رات تک بلڈ پریشر بھی خطرناک حد کو چھونے لگا' جس کے نتیجے میں بڑے ابا کے اچھے خاصے چھکے چھوٹ گئے۔

☆ ☆ ☆

"کیا مصیبت ہے مونا' تمہیں یہ ایکسر سائز سمجھ کیوں نہیں آ رہی۔؟"

عدینہ جو کہ ویک اینڈ پر گھر آئی ہوئی تھی' اس وقت مونا کو میتھس سمجھا رہی تھی جس نے فرسٹ ایئر کا امتحان دینا تھا۔ مونا کا سارا دھیان بے بے کے چرخے کی طرف تھا' جس پر وہ بڑی مہارت سے سوت کات رہی تھیں۔ ان سے کچھ فاصلے پر بیٹھی آپا صالحہ ایک ٹوٹی ہوئی تسبیح کے دانے پوری توجہ سے پرو رہی تھیں۔

"بہت مشکل ہے ساری مشق۔" مونا نے منہ بنایا۔

"دھیان تو تمہارا سارا چرخے کی طرف ہے' سوال کیا خاک سمجھ میں آئیں گے۔" عدینہ نے چڑ کر کہا تو آپا صالحہ نے چونک کر بیٹی کا چہرہ دیکھا۔

"کوئی آسان فارمولا لگا کر سمجھاؤ ناں اسے۔" آپا صالحہ کی بات پر عدینہ کو جھٹکا سا لگا۔

"آپا' آپ کو کیسے پتا' اس سوال میں ایک اور فارمولا بھی لگ سکتا ہے۔" عدینہ کے بے ساختہ سوال پر آپا بری طرح گڑبڑا گئیں۔ اگلے ہی لمحے انہوں نے خود کو سنبھال لیا۔

"ہر مشکل نظر آنے والی چیز کا ایک بڑا سادہ سا حل بھی ہوتا ہے' جو انسان کو پہلی نگاہ میں سجھائی نہیں دیتا' تھوڑا غور کرے تو مشکلوں میں ہی آسانیاں بھی مل جاتی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

ہیں۔" آپا صالحہ نے تسبیح کے دھاگے کو گانٹھ لگاتے ہوئے عدینہ کو حیران کیا۔
"ادھر آؤ اور سکون سے یہاں بیٹھو' میں دوبارہ سمجھاتی ہوں۔" عدینہ نے مونا کی پشت چرخے کی طرف کی تو بے بے کے چہرے پر مسکراہٹ آگئی۔
"جتنا مرضی زور لگالے پتر! اس کے دھیان کی کھڑکیاں تو میرے چرخے کی طرف ہی کھلی رہیں گی۔ جب یہ حساب سمجھنے پر راضی ہوگی تو تب سمجھانا۔" بے بے نے مونا کی طرف داری کرتے ہوئے عدینہ کو کہا تو اس نے منہ بناتے ہوئے کتاب بند کردی۔
"جاؤ بھاگو یہاں سے' رات کو سمجھاؤں گی یہ مشق۔" مونا کو جیسے ہی آزادی ملی وہ اچھلتی ہوئی بے بے کے چرخے کے سامنے جا بیٹھی۔ اب وہ بہت دلچسپی سے بے بے کو اپنا کام کرتے ہوئے دیکھنے لگی۔ جب کہ عدینہ خاموشی سے اٹھ کر اپنے کمرے کی طرف آگئی۔
"عدینہ باجی۔ عدینہ باجی۔" تھوڑی ہی دیر بعد مونا بڑے مشکوک سے انداز میں کمرے میں داخل ہوئی ' اور دائیں بائیں دیکھ کر آہستہ سے بولی۔
"عدینہ باجی! عبداللہ بھائی آپ کے بارے میں پوچھ رہے تھے۔" مونا کی آنکھوں کی شوخی پر عدینہ کا دل ایک انوکھی لے پر دھڑکا۔
"کب۔؟"
"تھوڑی دیر پہلے بے بے اور آپا نے بلایا تھا انہیں' ابھی بھی کمرے میں ہیں۔" مونا کی بات پر وہ کچھ حیران ہوئی۔
"تو میں کیا کروں۔؟" اس نے منہ بنایا۔
"آپ چائے والی ٹرے لے کر جائیں ناں اندر۔" مونا نے بڑی عجیب سی فرمائش کی۔
"میں۔؟" عدینہ جھجک سی گئی۔
"ہاں ناں' جلدی کریں' مجھے لگتا ہے اندر کوئی خاص بات ہو رہی ہے۔" مونا کی بات پر وہ فوراً" اٹھی اور کچن سے جا کر وہ ٹرے اٹھائی' جس میں مونا نے چائے بنا کر پہلے سے رکھی ہوئی تھی۔ وہ جیسے ہی

مشہور مزاح نگار اور شاعر
انشاء جی کی خوبصورت تحریریں،
کارٹونوں سے مزین
آفسٹ طباعت، مضبوط جلد، خوبصورت گرد پوش

کتاب کا نام		قیمت
آوارہ گرد کی ڈائری	سفر نامہ	450/-
دنیا گول ہے	سفر نامہ	450/-
ابن بطوطہ کے تعاقب میں	سفر نامہ	450/-
چلتے ہو تو چین کو چلیے	سفر نامہ	275/-
نگری نگری پھرا مسافر	سفر نامہ	225/-
خمار گندم	طنز و مزاح	225/-
اردو کی آخری کتاب	طنز و مزاح	225/-
اس بستی کے کوچے میں	مجموعہ کلام	300/-
چاند نگر	مجموعہ کلام	225/-
دل وحشی	مجموعہ کلام	225/-
اندھا کنواں	ایڈگر ایلن پو/ابن انشاء	200/-
لاکھوں کا شہر	او ہنری/ابن انشاء	120/-
باتیں انشاء جی کی	طنز و مزاح	400/-
آپ سے کیا پردہ	طنز و مزاح	400/-

مکتبہ عمران ڈائجسٹ
37، اردو بازار، کراچی

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

بے بے کے کمرے کے پاس پہنچی' دروازہ کھلا اور دراز قد عبداللہ کو دیکھتے ہی اس کے کانوں کی لوئیں سرخ ہوئیں۔

"عدینہ' مجھے تم سے ایک خاص بات کرنی ہے؟" اس نے ہلکا سا جھجک کر کہا۔ عدینہ کا دل انوکھی لے پر دھڑکا۔

"جی۔" وہ پلکیں جھکائے اس کے سامنے کھڑی تھی۔ عبداللہ نے اس کے ہاتھ میں پکڑی چائے کی ٹرے پکڑنے کے لیے ہاتھ بڑھایا تو اس کی دو انگلیاں عدینہ کے ہاتھ سے ٹکرائیں۔ عدینہ کو کرنٹ سا لگا اس نے گھبرا کر ٹرے چھوڑ دی۔ جو اس نے مسکراتے ہوئے پکڑ کر برآمدے میں ــــ میز پر رکھ دی۔

"جی۔" عدینہ کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔

"گھبراؤ مت۔" وہ مسکرا کر مزید گویا ہوا۔

"یہ میرا سیل نمبر ہے۔ مجھے تم سے ایک ضروری بات کرنی ہے۔" اس نے پہلے سے ایک چٹ پر لکھا نمبر عدینہ کی طرف بڑھایا جو اس نے جھجکتے ہوئے پکڑ لیا۔

"میں انتظار کر رہا ہوں۔" وہ اس کی آنکھوں کی حدت سے پگھل رہی تھی۔ اسی لمحے بے بے کے کمرے کا دروازہ کھلا' آپا صالحہ کا ناراض چہرہ اندر سے برآمد ہوا۔ عبداللہ گھبرا کر فوراً" باہر کی طرف چل پڑا۔ آپا صالحہ نے جانچتی ہوئی نگاہوں سے دونوں کو دیکھا۔ عدینہ کے ماتھے پر پسینے کی ننھی ننھی بوندیں شبنم کے قطروں کی طرح چمک رہی تھیں۔ اس نے گھبرا کر کاغذ کے چھوٹے سے پرزے کو اپنی مٹھی میں بند کیا جس میں عبداللہ کا نمبر تحریر تھا۔

"یہ کیا ہے۔؟" آپا کی عقابی نظروں نے عدینہ کی اس حرکت کو تاڑ لیا۔

"کچھ نہیں۔" وہ بوکھلا کر دو قدم پیچھے ہٹی۔

"دکھاؤ مجھے۔" انہوں نے آگے بڑھ کر زبردستی اس کی مٹھی کھولی' عدینہ مزاحمت نہیں کر سکی۔

"حافظ عبداللہ" چٹ پر لکھا نام اور اس کے آگے لکھا نمبر پڑھ کر آپا کے چہرے کی رنگت متغیر ہوئی۔ انہیں سارا معاملہ سمجھ میں آگیا۔

"اس نے دیا ہے تمہیں۔؟" آپا کا سرد لہجہ عدینہ کی سماعتوں سے ٹکرایا۔

"جی۔" اس نے نہ چاہتے ہوئے بھی اثبات میں سرہلا دیا۔

"کوئی ضرورت نہیں ہے اس سے بات کرنے کی۔ کوئی تعلق نہیں ہے تمہارا اس سے۔" آپا نے اس کی سماعتوں میں بم پھوڑا۔

"آپا۔" لفظ اس کے لبوں میں ہی دم توڑ گئے۔

"سب کچھ ختم کردیا ہے میں نے۔" آپا صالحہ نے اس کے جسم پر بلڈوزر چلایا۔

وہ گھبرا کر خوف زدہ نگاہوں سے آپا کا چہرہ دیکھنے لگی۔ جس پر عبداللہ کے لیے سوائے نفرت' بے زاری اور کوفت کے کچھ نہیں تھا۔ انہوں نے غصے سے اس پرچی کے پرزے کرکے برآمدے کے کونے میں رکھے ڈسٹ بن میں ڈال دیے۔ اس کے ساتھ ہی عدینہ احمد کو یوں لگا جیسے کسی نے اس کے دل کے ٹکڑے ـــــ کرکے اسی ٹوکری میں ڈال دیے ہوں۔ وہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے انہیں دیکھتی رہ گئی۔ جو بڑے پرسکون انداز سے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی تھیں۔

☼ ☼ ☼

"دیکھیں آپ مجھے ایک چانس دے کر تو دیکھیں' میں آپ کو مایوس نہیں کروں گی۔" سرمد بے زاری سے اپنے دوست ارسل کے پروڈکشن ہاؤس میں دھرنا دیے بیٹھی اس لڑکی کو دیکھ رہا تھا' جواب باقاعدہ منتوں پر اتر آئی تھی' اسے ایسی لڑکیوں سے سخت چڑ ہوتی تھی۔

وہ جو کسی کام سے ارسل کے پاس آیا تھا اور اب کوفت بھرے انداز سے پہلو پر پہلو بدل رہا تھا۔ اسے ارسل کے آفس میں آئے ہوئے پانچ منٹ ہی ہوئے تھے' جب شانزے نام کی یہ لڑکی وہاں چلی آئی اور اب

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

وہ خوامخواہ ارسل کے پیچھے پڑی ہوئی تھی۔

"دیکھیں مس شانزے! جس پروجیکٹ کی آپ بات کر رہی ہیں اس کے لیے ہمیں تجربے کار ایکٹریس کی ضرورت ہے' بلکہ اسٹار کاسٹ چاہیے۔" ارسل کی قوت برداشت پر سرمد کو بے ساختہ رشک آیا۔

"لیکن سر' جب تک آپ لوگ نیو ٹیلنٹ کو چانس نہیں دیں گے تب تک ہمیں کوئی ایکسپوینس کیسے ہوگا۔" اس لڑکی نے بھی ڈھٹائی کے سارے ریکارڈ توڑ دیے تھے۔ وہ ارسل کے سامنے والی کرسی پر جم کر بیٹھی تھی اور اس کا اگلے دو گھنٹے تک اٹھنے کا کوئی ارادہ نہیں لگ رہا تھا۔

"لیکن میں اپنا اتنا بڑا پروجیکٹ کسی تجربے کی نظر نہیں کر سکتا۔" ارسل نے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔

"میں آپ کو مایوس نہیں کروں گی سر۔" وہ بھی اپنے موقف سے ایک انچ ہٹنے کو تیار نہیں تھی۔

"چلیں اس دفعہ تو نہیں لیکن نیکسٹ پروجیکٹ پر میں آپ کو ضرور چانس دوں گا۔" ارسل نے اسے بہلانے کے لیے چارہ پھینکا' لیکن وہ بھی شاید ان کھاگ پروڈکشن ہاؤس والوں کے مزاج کے سارے رنگوں کو سمجھنے لگی تھی۔

"سب یہی کہتے ہیں اور اس کے بعد کوئی کال تک اٹینڈ کرنا گوارا نہیں کرتا۔" اس کی صاف گوئی بھی آج عروج پر تھی۔

"میں ایسا نہیں ہوں' آپ مارکیٹ میں کسی سے بھی میرے بارے میں پوچھ سکتی ہیں۔" ارسل اب ہلکا سا جھنجلا گیا۔

"اسی لیے تو میں آپ کے پاس آئی ہوں۔" اس کا اطمینان دیدنی تھا۔

"آپ کی کوالیفکیشن کیا ہے؟" خاموش بیٹھا سرمد اچانک ہی بولا۔

"بی ایس میڈیا سائنسز۔" اس نے بے زاری سے سرمد کی طرف دیکھا۔ اسی لمحے سرمد کو بھی محسوس ہوا کہ وہ یہ چہرہ پہلے بھی کہیں دیکھ چکا ہے۔ اس کے ذہن میں جھماکا سا ہوا۔

"ایکسکیوزمی' آپ نے میش کے برائیڈل ویک میں ماڈلنگ کی تھی نا؟" سرمد کو اچانک یاد آیا۔

"جی نہیں۔" شانزے اس دن کی ذلت کو کیسے بھول سکتی تھی۔ لیکن اس لمحے اس قصے کو یہاں دہرانا اپنے پیروں پر کلہاڑی مارنے کے مترادف تھا۔ شانزے کے جواب نے سرمد کو ہلکا سا حیران کیا۔ لیکن اس نے اس پر تبصرہ کرنے سے دانستہ گریز کیا۔ سرمد کے اس سوال نے شانزے کو اب پریشان کر دیا تھا۔ اور وہ نہیں چاہتی تھی کہ کم از کم ارسل کے سامنے یہ شخص اس حوالے سے کوئی اور سوال کرے' تب ہی وہ نہ چاہتے ہوئے بھی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"ٹھیک ہے سر! میں آپ کی آفر کا ویٹ کروں گی۔" اس نے پھیکے انداز سے مسکراتے ہوئے اپنا کلچ اٹھایا اور آفس کے دروازے کی طرف بڑھی' ارسل کے منہ سے ایک پرسکون سانس خارج ہوا۔

"یہ لڑکی جھوٹ بول رہی تھی' اس نے میش کے برائیڈل ویک میں حصہ لیا تھا۔"

کمرے سے نکلتے ہوئے شانزے نے سرمد کا جملہ سنا اور اس کے ساتھ ہی اس کا سارا سکون بھی غارت ہو گیا۔ آفس کی سیڑھیاں اترتے ہوئے وہ ایک دفعہ پھر خود کو بدقسمت لوگوں کی لسٹ میں سرفہرست دیکھ رہی تھی۔

(باقی آئندہ ماہ ان شاء اللہ)

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN